بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

اگست ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر:

ابوالعطاء جالندھری

الفرقان کا "شہید نمبر"

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ شہیدِ احمدیت کے حالات پر مشتمل نمبر کی تیاری شروع ہے بعض احباب نے مفید مشورے دیئے ہیں انشاء اللہ ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ یہ نمبر اخیر ستمبر ۱۹۶۵ء تک تیار ہو جائے گا اور انشاء اللہ شروع اکتوبر میں احباب تک پہنچ جائے گا۔ اہلِ قلم حضرات اپنے رشحاتِ قلم سے ممنون فرمائیں اور جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ مال اور اہلِ دل بنایا ہے وہ اس نمبر کی اشاعت میں غیر معمولی تعاون فرمائیں تاکہ یہ نمبر حضرت شہید رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان شائع ہو سکے۔ واللہ الموفق۔

(ایڈیٹر الفرقان)

تفہیماتِ ربّانیہ

یہ جامع کتاب جس میں **احمدیت** کے عقائد و مسائل پر نہایت مدلل رنگ میں بحث کی گئی ہے اور غیر احمدی علماء کے ہر سوال کا مکمل جواب دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی **پہلی اشاعت** پر ۱۹۳۱ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے احبابِ جماعت کو اس "اعلیٰ لٹریچر" کی خریداری کی ہدایت فرمائی تھی اور اب ۱۹۶۴ء میں اس کی دوبارہ اشاعت پر بھی حضور نے اس کی "بکثرت اشاعت" کا ارشاد فرمایا ہے —— اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی نایاب ہونے والا ہے۔ بڑی محدود تعداد باقی ہے۔ اسلئے احباب کو چاہیئے کہ جلد از جلد اسے حاصل کر لیں۔

مکرم چوہدری عبدالماجد صاحب اپنے والد بزرگوار چوہدری عبدالواحد صاحب نائب ناظر بیت المال کو اپنے تازہ ترین خط میں لکھتے ہیں:۔

"مولانا **ابوالعطاء** صاحب کی تصنیف **تفہیماتِ ربانیہ** مَیں نے پوری پڑھ لی ہے۔ کتاب واقعی بہت ہی عمدہ ہے۔ اس کے پڑھنے سے کئی باتیں جن کی مجھے پہلے سمجھ نہیں آسکی سمجھ گیا ہوں۔ کیا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟ آپ بھی ضرور پڑھیں۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد میرا دل کرتا ہے کہ ہر ایک کو تبلیغ کروں اور مَیں حسب توفیق کر بھی رہا ہوں۔"

تفہیماتِ ربانیہ مجلد سفید کاغذ **گیارہ روپے**، اخباری کاغذ مجلد **آٹھ روپے** ۔ اخراجات ڈاک و رجسٹری وغیرہ دو روپے

ملنے کا پتہ

مینیجر الفرقان ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا

تبلیغی اسلامی مجلّہ

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

جلد ۱۵ ـــــــ شمارہ ۸

ربیع الثانی ۱۳۸۵

اگست ۱۹۶۵

ایڈیٹر

ابو العطاء جالندھری

مینیجر

عطاء المجیب راشد

ـــــ قواعد ـــــ

۱۔ سالانہ چندہ پاکستان و بھارت کے لئے چھ روپے
دیگر ممالک کے لئے تیرہ شلنگ

۲۔ تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی دس تاریخ ہے۔

۳۔ چندہ بہرحال پیشگی مینیجر الفرقان کے نام آنا لازمی ہے۔

ترتیب

- مسیحیت اور خنزیر (افتتاحیہ) — ایڈیٹر — ص ۲
- السلام اے ہر دو دنیا و دیں (نعت نبوی) — جناب اختر صاحب — ص ۵
- ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا واضح موقف — شیعہ رسالہ معارف اسلام کا جواب — ایڈیٹر — ص ۶
- مغربی ممالک میں عیسائیت — جناب سردار رحمان احمد خان صاحب گلاسگو (برطانیہ) — ص ۱۲
- حج ـــ اسلام کی غیر معمولی تاثیرات پر گواہ ہے — امریکی رسالہ "ٹائم" کے چند اقتباسات — جناب آفتاب احمد صاحب بسمل - کراچی — ص ۱۳
- شذرات — ایڈیٹر — ص ۱۷
- یادِ رفتگان حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات — جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب میڈیکل آفیسر کوئٹہ — ص ۲۳
- منظرنامہ کشمیر (نظم) — جناب مولانا سمیع اللہ صاحب سیال — ص ۲۵
- ایک پادری صاحب کے سوال کا جواب (گنہگار عیسائی کی نجات ممکن نہیں) — ابو العطاء — ص ۳۱
- جستجو (نظم) — جناب نسیم سیفی صاحب ربوہ — ص ۳۲
- ضرورتِ مذہب — جناب پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم اے — ص ۳۳
- حاصلِ مطالعہ — جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد — ص ۴۰
- گیارہ سوالات اور انکے مختصر جوابات — ایڈیٹر — ص ۴۳

ضروری اطلاع

اس دائرہ ◯ میں سُرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپکا چندہ ختم ہوگیا ہے۔ آپ نئے سال کیلئے چندہ ارسال فرمائیں کسی قسم کی اطلاع نہ ملنے پر اگلا پرچہ آپکے نام وی پی ہوگا اسے وصول فرما کر ممنون فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

اداریہ

مسیحیّت اور خنزیر

(۱)

حضرت مسیح ناصریؑ نے فرمایا تھا:-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی $\frac{۵}{۱۷}$)

آپ نے ایک دوسرے موقعہ پر اپنے شاگردوں سے فرمایا:-

"فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدّی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں" (متی $\frac{۲۳}{۲-۳}$)

گویا جہاں تک تورات کی شریعت کا تعلق ہے حضرت مسیحؑ کا مشن اس شریعت کا قیام تھا۔ آپ خود بھی احکام تورات کے پابند تھے اور حواریوں کو بھی ہمیشہ یہی تلقین فرماتے تھے۔ آپ نے فریسیوں کو بدعمل ضرور قرار دیا مگر جو احکام تورات وہ بتاتے تھے ان کی پیروی اپنے پیروؤں کے لئے لازمی قرار دی۔

آج مسیحی دنیا تورات سے بالکل برگشتہ ہے اور موسوی شریعت سے سراسر منحرف ہو چکی ہے۔ گویا مسیحی دنیا آج حضرت مسیحؑ کے مسلک کے صریح مخالف ہے۔ موجودہ مسیحیت ہرگز ہرگز وہ مسیحیت نہیں ہے جسے سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام نے پیش فرمایا تھا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ پولوس نے جس طرح حضرت مسیحؑ کے پیش کردہ عقائدِ صحیحہ کو مسخ کر دیا تھا، توحید کی جگہ تثلیث کو گھڑ لیا تھا، تزکیۂ نفس کے صحیح ذرائع توبہ و اصلاحِ نفس کی بجائے صلیبی موت اور کفارہ کو اختراع کر لیا تھا اسی طرح اس نے تورات کے حلال و حرام کو بھی بدل ڈالا اور یہ کہہ کر "کوئی چیز بذاتہٖ حرام نہیں جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے" (رومیوں $\frac{۱۴}{۱۴}$) سؤر جیسے ناپاک اور حرام جانور تک کے کھانے کا رواج جاری کر دیا جو تورات اور نبیوں کی کتابوں کے صریح خلاف ہے۔

(۲)

آج عیسائی دنیا میں جس کثرت سے سؤر کا ناپاک گوشت کھایا جاتا ہے اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ یورپین مسیحی اور ان کے تابع دوسرے عیسائی بھی سب بالالتزام طور پر سؤر کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ گویا سؤر موجودہ مسیحیت کا عملی نچوڑ ہے۔ جو عیسائی ہوتا ہے جہاں وہ صلیبی موت کو مان کر کفارہ کا اعتقاد

اختیار کرتا ہے وہاں وہ جھٹ سؤر کا ناپاک گوشت کھانا شروع کر دیتا ہے اور اسے پاک و ناپاک کھانے کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ ہمارے سید و مولیٰ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے تیرہ سو برس قبل پیشگوئی فرمائی تھی کہ آنے والا محمدی مسیح موعود یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ کرے گا یعنی عیسائیوں کے صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ان بداخلاقیوں کو بھی دور کرے گا جو سؤر کے کھانے سے ان قوموں میں پیدا ہو چکی ہوں گی۔ ہم اس جگہ اس حدیثِ نبوی پر تفصیلی گفتگو نہیں کر رہے۔ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی میں صاف بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں عیسائیوں کی کثرت ہو گی اور ان کی ایک بڑی علامت یہ ہو گی کہ وہ خلافِ شریعتِ تورات سؤر خور ہوں گے اور سؤر کا کھانا گویا ان کا شعار ہو جائے گا۔ واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر حرف بحرف پوری ہو چکی ہے۔

(۳)

بعض جاہل عیسائی اس خیال پر مُصِر ہیں کہ ان کا سؤر کھانا کوئی ناجائز فعل نہیں اور سؤر کو شریعت میں ناپاک اور حرام نہیں ٹھہرایا گیا اسلئے ہم ذیل میں بائیبل سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں لکھا ہے:-

(۱) "اور سؤر کہ کھُر اس کا دو حصہ ہوتا ہے اور اس کا پاؤں چرا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لئے **ناپاک** ہے۔" (احبار ۱۱/۷)

(۲) "جو سؤر کا **گوشت** اور مکروہ چیزیں اور چوہا کھاتے ہیں وہ سب کے سب **فنا ہو جائینگے**۔" (یسعیا ۶۶/۱۷)

(۳) "میں نے ایک سرکش گروہ کی طرف جو اپنی فکروں کی پیروی میں ایسی راہ چلتی ہے کہ اچھی نہیں، ہمیشہ اپنے ہاتھوں کو پھیلایا کیا۔ ایسی گروہ کی طرف جو سدا میرے منہ پر مجھے کھجا کے غصہ دلاتی تھی اور باغوں میں قربانیاں کرتی تھی اور کھپروں پر خوشبو جلاتی تھی۔ جو قبروں میں بیٹھتی تھی اور گوروں میں رات کو کاٹتی تھی۔ جو سؤروں کا **گوشت** کھاتی تھی اور نفرتی چیزوں کا شوربا ان کے باسنوں میں تھا۔" (یسعیا ۶۵/۲-۴)

(۴) "کتا اپنی قے کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہلائی ہوئی سؤرنی دلدل میں لوٹنے کی طرف۔" (۲-پطرس ۲/۲۲)

(۵) "شکیل عورت جو بے امتیاز ہو ایسی ہے جیسے سونے کی نتھ سؤر کی تھوتھنی میں۔" (امثال ۱۱/۲۲)

(۶) "پاک چیز کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں

پاؤں کے نیچے روندیں اور پلٹ کر تمہیں پھاڑیں" (متی ۷)

یہ جملہ حوالہ جات اپنے بیان میں نہایت واضح ہیں۔ سؤر کا ناپاک ہونا، سؤر کھانے والوں کا ہلاک ہونا، سؤر کھانے والی قوم کا سرکش قرار پانا، سؤرنی کا گندہ فطرت ہونا، بے امتیاز ہونا اور کتے کی طرح گندہ و مکروہ ہونا ان اقتباسات سے عیاں ہے۔ آخری یعنی چھٹا اقتباس حضرت مسیح ناصری کا ارشاد ہے جنہوں نے گندے اور ناپاک لوگوں کی تمثیل خنازیر سے دی ہے۔ یہی مراد حدیثِ نبویؐ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ میں بھی ہے۔

ان واضح صراحتوں کے باوجود عیسائیوں کا سؤر کھانے پر اصرار کرنا صاف بتلاتا ہے کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق وہ خدائی عہد سے برگشتہ ہو چکے ہیں، وہ ایک سرکش قوم بن چکے ہیں، وہ روحانی موت کا شکار ہیں اور وہ ان اخلاق سے محروم ہو گئے ہیں جو خدا کی برگزیدہ قوموں میں ہوتے ہیں۔ ان کی اصلاح کرنا اور انہیں روحانی زندگی بخشنا اور ان کے اخلاق کو درست کر کے آستانۂ الوہیت پر جھکانا مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا کام ہے۔ دلائل کے رُو سے کسرِ صلیب ہو چکی ہے کسی بڑے سے بڑے پادری کو بھی جرأت نہیں کہ دلائل و براہین کی روشنی میں مسیح کی صلیبی موت پر مناظرہ کر سکے۔

قتلِ خنزیر کے لئے پے درپے اور مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ قتلِ خنزیر کی ایک صورت یہ ہے کہ نصاریٰ پر اکلِ خنزیر کی شرعی ممانعت اور سؤر کھانے کے اخلاقی نقصانات دلائل کی روشنی میں ثابت کر دیئے جاویں۔ دوسری مؤثر ترین صورت یہ ہے کہ عیسائیوں پر اسلام کی حقانیت کو پورے طور پر واضح کر دیا جاوے تا وہ اسلام کو قبول کر کے بہتر اخلاق و روحانی زندگی اختیار کر سکیں اور سؤر کھانا کلیۃً ترک کر دیں جس کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ حیوانی سؤروں کی تخریبی کارروائیوں کی وجہ سے تمام ممالک کی حکومتیں اور افراد خنازیر کے استیصال کے لئے زبردست اور کامیاب مہم جاری کریں گے اور ہر پہلو سے قتلِ خنزیر ہو جائے گا۔

پس ضرورت ہے کہ عیسائیوں میں تبلیغِ اسلام کی طرف خاص توجہ دی جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

السّلام اے ہادیٔ دُنیا و دیں

(از جناب محترم چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں)

اے رسولِ پاک! اے خیر الانام — اے شہِ لولاک اے عالی مقام!
اے حبیبِ مالکِ خُلدِ بریں — السّلام اے ہادیٔ دُنیا و دیں!
اے تہی دستوں کے سامانِ حیات — اے بجھی آنکھوں کی تنہا کائنات!
اے سرورِ جانِ عُشّاقِ ازل! — اے دُرِ نایاب، لعلِ بے بدل!
رفعتِ دیوار و در تیرے لئے — عزّتِ نوعِ بشر تیرے لئے
تو پئے ہر کشتِ دل آبِ رواں — دِل نواز و دِل گداز و دِلستاں
بادشاہِ دولتِ قلب و نظر! — خوش خصال و خوش خیال و خوش گُہر!
بے نواؤں کے لئے باغِ اِرم! — تشنہ کاموں کے لئے ابرِ کرم!
مُنفعل دستِ سوالی ہے مرا — نامۂ اعمال خالی ہے مرا
سرورِ عالم شفاعت کیجئے — بے نوا کی کچھ حمایت کیجئے
آپ کی سرکار کیا سرکار ہے — آپ سے کس کا بڑا دربار ہے

دلبری و دلرُبائی کچھ نہیں
آپ کے بِن یہ خدائی کچھ نہیں

ختم نبوّت کے متعلّق جماعتِ احمدیہ کا واضح مؤقف

شیعہ ماہنامہ معارفِ اسلام کے اعتراضات کے جوابات

ختم نبوّت کے مختلف مفہوم

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور شیعہ صاحبان کا ایک مؤقر مجلہ ہے۔ اس نے اپنے جولائی ۱۹۶۵ء کے شمارہ کو "رسول نمبر" قرار دیا ہے۔ مقالہ افتتاحیہ میں فاضل مدیر نے ختم نبوّت کے سلسلہ میں بحث کی ہے انہوں نے اِس ضمن میں احمدیہ تحریک اور بہائیت اور پرویزیت کو ختم نبوّت کے مخالف قرار دے کر شیعہ و سُنّی صاحبان کو باہمی اتفاق کی ترغیب دی ہے۔ پرویز صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"اسلام ہی کا نام لیکر اسلام ہی کے سایہ میں نئے اسلام کا طلوع۔ اس میں خدا کو مستحق سمجھ کر اختیارات اور احکامِ دین کی تشریحات کا حق ہر زمانہ میں انسان کے سپرد کر دیا گیا"۔ (ص۱۱)

بہائی فرقہ کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"اس نے قرآن مجید کو منسوخ قرار دیکر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی۔ لیکن باوجود اس کے انہوں نے بھی ختم نبوّت کا وہی مفہوم لیا جو اہلِ اسلام لیتے ہیں"۔ (ص۱۱)

اہلِ اسلام کا عقیدہ دربارہ ختم نبوّت بقول فاضل مدیر معارفِ اسلام یوں ہے کہ:۔

(ا) "اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی دین ہے اسلئے آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ ان کی نبوّت و رسالت کا سکّہ تاقیامت باقی اور جاری و ساری رہے گا"۔ (ص۴)

(ب) "آنحضرتؐ ہی وہ آخری نبی ہیں جن کے بعد باعتبار تعداد کے اب کسی جدید نبی کا اضافہ نہیں ہوگا"۔[1] (ص۳)

باعتبار تعداد اور جدید نبی کی قید کیوں؟

شاید قارئین کرام کے لئے "باعتبار تعداد" اور "جدید نبی کا اضافہ" کے نئے الفاظ حیرت کا موجب ہوں اسلئے یاد رہے کہ خاتم النبیّین کے لفظ کو اِن دو قیدوں سے مقیّد کرنے کی فاضل مدیر کو ایک تو اسلئے ضرورت

---

[1] مدیر صاحب بتائیں کیا بہائی اِن معنوں میں ختم نبوّت کے قائل ہیں؟ (الفرقان)

پیش آئی کہ وہ مانتے ہیں کہ:-

"تمام اہلِ اسلام نے قرآن مجید اور
احادیثِ صحیحہ کی بنا پر حضرت عیسےٰ
بن مریم اسرائیلی نبی کی آمد ثانی کو
تسلیم کر لیا" (صک)

دوسرے شیعہ صاحبان کا **خصوصی عقیدہ** ہے کہ:-

(الف) "ما بعث الله نبیاً من لدن
آدم الا ویرجع الی الدنیا
فینصر امیر المؤمنین"
(تفسیر القمی ص۲۳)

(ب) "فرمود کہ آں وقتے خواہد بود کہ حق تعالےٰ
جمع کند در پیش روئے و پیغمبراں و
مومناں را تا یاری کنند او را"
(حق الیقین ص۱۵۶)

گویا شیعی عقیدہ رجعت کے مطابق امیر المومنین امام مہدی کی تائید کے لئے سب نبی دوبارہ آنیوالے ہیں۔ پس ان دو وجوہ کے باعث فاضل مدیر نے "باعتبار تعداد" اور "جدید نبی" کی شرط لگا دی ہے۔ اپنے پاس سے اس شرط کا لگانا بتاتا ہے کہ بات قابلِ غور ہے۔

جماعت احمدیہ کے پیش کردہ معنے

معارف اسلام نے جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"انہوں نے لفظ خاتم النبیین کے
معنے برعکس عقیدہ اہلِ اسلام ایسے
افضل نبی کے لئے جس کی کامل اتباع
سے درجہ نبوت ملتا ہے" (صلا)

ظاہر ہے کہ یہی معنے "اسلام کو عالمگیر اور آفاقی دین" ثابت کرنے والے ہیں اور ان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بلحاظ شارع نبی ہونے کے "آخری نبی" ہونا بھی ثابت ہے۔ نیز یہ بھی عیاں ہے کہ اندریں صورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی "سکہ تا قیامت جاری ساری رہے گا" کیونکہ آپ اپنے امتی نبیوں کے بھی شہنشاہ ہوں گے۔ نیز جماعت احمدیہ کے معنوں کے رُو سے حضرت مسیح ناصری کو جن کی وفات قرآن مجید کی نصوص سے ثابت شدہ حقیقت ہے از راہِ تکلف دوبارہ لانے کی ضرورت نہ ہوگی ایسے مقدس وجود "حضرت خاتم النبیین" کی کامل اتباع سے خود امتِ محمدیہ میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ علاوہ ازیں عقیدہ رجعت کے رُو سے انبیاء سابقین کی حقیقی رجعت جو نصِ قرآنی فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ کے صریح خلاف ہے کی بھی ضرورت نہ ہوگی پس جماعت احمدیہ کے معنے **نہایت معقول اور درست** ہیں۔

معارف اسلام کا اعتراض کیا ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ محترم ایڈیٹر صاحب معارف اسلام کو جماعت احمدیہ کے پیش کردہ معنوں پر کیا اعتراض ہے جبکہ یہ معنے از رُوئے لغت بھی درست ہیں ان سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی اور بلند شان کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اس قسم کی امتی نبوت کی قرآن وحدیث

میں بھی کہیں مخالفت مذکور نہیں۔ پھر جماعت احمدیہ کے معنوں کو کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا؟ فاضل مدیر تحریر فرماتے ہیں:-

"جماعت احمدیہ ربوہ جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نبی مانتی ہے انہوں نے لفظ خاتم النبیین کے معنے برعکس عقیدۂ اہلِ اسلام ایک ایسے افضل نبی کے لئے جس کی کامل اتباع سے درجۂ نبوت ملتا ہے۔ حالانکہ ہر نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے متبعین کو کمالاتِ نبوت سے فیضیاب کرے۔ کیونکہ اس کے آنے کی غلتِ غائی ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو کمالاتِ انسانی کے بلند ترین مقام پر فائز[1] کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی کامل اتباع سے انبیاء کرام مظہرِ صفات و کمالاتِ الٰہیہ ہوتے ہیں اور باوجود اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کے مقامِ الوہیت پر فائز نہیں ہوتے[2] (صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ۔ پارہ اوّل) اسی طرح انبیاء کی کامل پیروی کرنے سے کمالات تو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسے فنافی الرسول اشخاص مقامِ نبوت پر فائز بھی ہو جائیں کیونکہ درجۂ نبوت کا کسب سے ہرگز کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ایک عہدہ جلیلہ ہے جو بطورِ موہبت منجانب اللہ تفویض ہوتا ہے۔"

(معارف اسلام جولائی ص۵)

جناب ایڈیٹر صاحب کو مسلّم ہے کہ "ہر نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے متبعین کو کمالاتِ نبوت سے فیضیاب کرے۔" ظاہر ہے کہ یہ کمال سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اتم موجود ماننا پڑے گا کہ "وہ اپنے متبعین کو کمالاتِ نبوت سے فیضیاب" کریں۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ "فنا فی الرسول اشخاص" یقیناً اپنے اپنے درجہ میں "کمالاتِ نبوت سے فیضیاب" ہیں اور انہیں کمالاتِ نبوت حاصل ہیں۔ لیکن مدیر معارف فرماتے ہیں کہ:-

"اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسے فنافی الرسول اشخاص مقامِ نبوت پر فائز بھی ہو جائیں۔"

یہ کیوں ثابت نہیں ہوتا؟ مدیر صاحب فرماتے ہیں کہ درجۂ نبوت کا کسب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ محض موہبت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض ہوتا ہے۔

موہبت مانعِ نبوت نہیں

جواباً گزارش ہے کہ ہم نبوت کے کسب یا

---

[1] کیا درجۂ نبوت "بلند ترین مقام" میں شامل نہیں؟ پھر اس پر فائز کئے جانے سے انکار کیوں؟ (ابوالعطاء)

[2] انبیاء اسلئے مقامِ الوہیت پر فائز نہیں ہو سکتے کہ یہ توحیدِ ربانی کے منافی ہے۔ نیز خدا خدا ہے اور بندے بندے۔ مگر نبی اور اسکی اتباع سے کمالاتِ نبوت پانیوالے سب انسان ہیں۔ مدیر معارف کو قیاس مع الفارق نہ کرنا چاہیئے۔ (الفرقان)

موہبت ہونے پر تو آگے گفتگو کریں گے اِس جگہ فاضل مدیر سے استفسار کرتے ہیں کہ اگر آپ کے مفہوم کے مطابق نبوت اللہ تعالیٰ کی موہبت ہے تو آپ کون ہیں کہ اس موہبت کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں۔ آیت صریحہ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (المؤمن: ۱۵) نیز فرمانِ خداوندی اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (الحج: ۷۶) کے مطابق اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا نبی بنائے گا۔ جناب عالی! موہبت کا مفہوم تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اِس دَین پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ فلاں کو کیوں دی اور فلاں کو کیوں نہ دی؟ یہ مفہوم موہبت کا ہرگز نہیں کہ اب اس کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔ اگر موہبت کے دروازوں کو بند قرار دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی صفت الوَہّاب کیسے ثابت ہوگی؟

پھر یہ بھی طرفہ ہے کہ نبی کی پیروی سے انسان کمالاتِ نبوت سے "فیضیاب" ہو جاتا ہے اس میں "موہبت" روک نہیں بنتی لیکن ایسے صاحبِ کمالاتِ نبوت شخص کا نام نبی رکھنے میں موہبت روک بن جاتی ہے۔ مدیر صاحب تدبّر فرمائیں گے تو انہیں محسوس ہو جائے گا کہ انہوں نے محض ایک رواجی فقرہ دُہرا کر بچوں کی سی بات لکھ دی ہے ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ کمالاتِ نبوت سے فیضیاب کرنے میں موہبت روک نہ ہو لیکن کمالاتِ نبوت سے متصف شخص کو نبی کہنے میں موہبت روک بن جائے؟

موہبت اور کسب کے تعلّق کی حقیقت

آئیے اب ذرا اس پر غور کریں کہ نبوت کے موہبت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبوت واقعی موہبت ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ نیکی کرنے والے کو نہیں ملتی بلکہ بدکرداروں اور فاسقوں فاجروں کو ملتی ہے۔ اگر وہ نیک لوگوں کو مل گئی تو اس کا موہبت ہونا باطل ہو جائیگا ایسا خیال کرنا موہبت کے مفہوم سے سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (الشوریٰ: ۴۹) کہ خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بطور موہبت لڑکیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بطور موہبت لڑکے عطا فرماتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو موہبت قرار دیا ہے مگر کیا یہ درست ہے کہ اگر اولاد کے لئے کسب اختیار کر لیا جائے یعنی شادی کر لی جائے تو اولاد بند ہو جائے گی کیونکہ اولاد تو موہبت ہے؟ بھائی صاحب! اولاد بنصِ صریح موہبت ضرور ہے مگر اس کے لئے مناسب حال کسب یعنی شادی ضروری ہے اسی طرح نبوت موہبت ضرور ہے مگر اس کے لئے مناسب کسب یعنی اتباعِ خیر المرسلین ازبس ضروری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کسب کو موہبت کے منافی سمجھنا سراسر خام خیالی ہے* اور اس کے نتیجہ میں کمالاتِ نبوت اور درجۂ نبوت بھی خدا ہی دیتا ہے۔ اس جگہ موہبت کا یہ مفہوم ہے کہ اتباع کی حقیقت کا صحیح حال صرف اللہ کو معلوم ہے اور اپنی مرضی اور علم کے موافق وہ جس کو چاہتا ہے مقامِ نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام: ۱۲۴) کہ اللہ ہی خوب جانتا

* کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کی اتباع کی توفیق بھی خدا ہی دیتا ہے۔

ہے کہ کسے اپنا رسول مقرر کرے۔ پس درجۂ نبوت کا
موہبت ہونا اس میں روک کا موجب نہیں ہے اور وہاب
خدا کی شانِ موہبت ہر زمانہ میں ظہور فرماتی ہے۔ نیز
درجۂ نبوت کا موہبت ہونا کسب کے بھی منافی نہیں
ہے۔ کسب بندہ کی طرف سے ضروری ہے موہبت
خدا کا فضل ہے جو سچے کسب کو جب چاہے نوازے۔
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم زمین میں بیج ضرور ڈالتے
ہو مگر بتاؤ؟ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ
(الواقعہ: ۶۴) کہ کیا تم ہی پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا
کرتے ہیں؟ یعنی غلہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام
ہے اور یہ موہبت ہے مگر یہ موہبت بالعموم کھیت
میں بیج ڈالنے کے کسب کے بعد مترتب ہوتی ہے۔
پس فاضل مدیر صاحب کو کسب اور موہبت میں اپنے
تضاد والے نظریہ پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔ کسب
عرفِ عام میں اسے کہتے ہیں کہ ہمیشہ بھر کی ملازمت کی
اور مقررہ تنخواہ کے مستحق ہو گئے مگر روحانیات میں
اس قسم کے بندھے ٹکے کسب کا تخیل بھی آتا ہی نہیں۔
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے ساتھ ساتھ بلکہ
اس سے بھی پہلے اس کی رحمانیت جلوہ گر ہوتی ہے۔
جو خدا بغیر عمل کے موہبت فرماتا ہے کیا وہ اسلئے
اپنی موہبت کو روک دے گا کہ انسانوں نے نیک
عمل کیوں کئے ہیں یا انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کی کامل اتباع کیوں کی ہے؟ کیا خدائے
رحیم کی رحیمیت کے ساتھ یہ نظریہ کسی پہلو سے بھی
تطابق رکھتا ہے؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کامل اتباعِ نبوی

کرنے والے فرد پر "موہبت" کے فرضی تخیل کی وجہ سے
بابِ رحمتِ ربانی بند کرنے والے ہماری ان گزارشات
پہ غور فرمائیں۔

موہبتِ نبوت ملنے کا ذریعہ

قرآن مجید کے لطیف اسلوب سے
بیان سے موہبت کا مسئلہ پوری طرح حل ہو جاتا ہے۔
اس سلسلہ میں آیاتِ ذیل پیش ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا وَوَهَبْنَا
لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا
صٰلِحِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۷۳) کہ ہم نے اسے اسحاقؑ
بطور موہبت عطا فرمایا اور پھر یعقوبؑ پوتا بھی بطور
موہبت عطا فرمایا اور ان سب کو ہم نے نیکوکار اور
صالح بنایا۔ پھر فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ (مریم: ۴۹)
تیسری جگہ فرمایا وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
(الانعام: ۸۴) ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق اور حضرت
یعقوب علیہما السلام بطور موہبت عطا فرمائے اور
انہیں نبی بنایا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ
اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ
لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ
حَلِيْمٍ ۝ (الصافات ۹۹ - ۱۰۱) کہ ابراہیمؑ نے کہا کہ
میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے ہدایت
دے گا۔ اے میرے رب! مجھے صالح بچہ عطا فرما تب

ہم نے اُسے بُردبار فرزند کی بشارت دی ـــــ اس آیت میں حضرت اسمٰعیلؑ نبی کی ولادت کو دُعا سے موہبت کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ نے دعا کی فَاَرْسِلْ اِلٰی ھٰرُوْنَ (الشعراء: ۱۳) کہ اے اللہ! تو میرے بھائی ہارون کو رسول بنا۔ وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ۝ (القصص: ۳۴) میرا بھائی ہارون مجھ سے فصیح تر ہے اسے بھی میرے ساتھ بطور تائید رسول بنا کر بھیجیں وہ میری تصدیق کرے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ فرعونی میری تکذیب کریں گے۔"

حضرت موسیٰؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَھَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّا۝ (مریم: ۵۴) کہ ہم نے اپنی رحمت سے موسیٰ کی خاطر ان کے بھائی ہارون کو بطور موہبت نبی بنا دیا۔

(۳) حضرت سلیمانؑ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَوَھَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ۝ (ص: ۳۱) کہ حضرت سلیمانؑ بطور موہبت ہم نے حضرت داؤدؑ کو دیئے۔ بڑا ہی اچھا بندہ تھا، خدا کی طرف بہت جھکنے والا تھا۔

(۴) حضرت زکریاؑ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَھَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (الانبیاء: ۹۱) کہ ہم نے اس کی بیوی کو درست کر دیا اور اسے بطور موہبت حضرت یحییٰؑ عطا کئے۔

ان جملہ آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سُن کر بطور **موہبت** اولاد بھی دیتا رہا اور ان میں سے نیکوں کو بطور موہبت نعمتِ نبوت سے بھی سرفراز فرماتا رہا ہے۔ کیا ان آیاتِ صریحہ کے بعد بھی فاضل مدیر معارف اسلام یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ چونکہ نبوت موہبت ہے اسلئے خیر المرسلین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے حاصل نہیں ہو سکتی؟ خدارا غور اور تدبر فرمائیں!

خاتم بمعنی افضل اور شیعہ صاحبان

آخر مضمون پر یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین سمجھنا شیعہ حضرات کے لئے قطعاً مشکل نہیں۔ کیونکہ ...

(۱) حدیث نبویؐ کے مطابق وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خاتم الاولیاء مانتے ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۱۱)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم المعلمین کہتے ہیں (الصراط السوی مصنفہ علامہ محمد سبطین صاحب)

(۳) حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو خاتم الوصیین فرمایا ہے۔ (منار الہدیٰ ص ۱۰۶)

(۴) الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھتے ہیں (من لا یحضرہ الفقیہ ٹائٹل ص ۱)

ان تمام مقامات پر خاتم بمعنی افضل ہی آیا ہے ۔ پس اگر جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنے ایسا افضل نبی کرتی ہے جس کی پیروی سے اُمتی نبوت مل سکتی ہے تو قرآن مجید، احادیث نبویہ، مسلمات اہلِ اسلام اور لغتِ عرب کے مطابق یہ معنے بالکل درست ہیں ۔ اِن معنوں سے حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان بھی عیاں ہو جاتی ہے اور یہ خود ان معنوں کی حقانیت کی زبردست دلیل ہے ۔ وما علینا الّا البلاغ المبین +

مغربی ممالک میں عیسائیت

(جناب سردار ایوب احمد خان صاحب گلاسگو (برطانیہ) کے قلم سے)

عیسائیت کیا ہے اور عیسائی لوگ کیسے ہیں؟ ان باتوں کا جواب عیسائی ممالک میں رہائش سے مل سکتا ہے۔ مجھے یورپی لوگوں کو جن کا مذہب عیسائیت ہے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان کے عوام میں رہائش کی ہے، ان سے کاروباری رابطہ پیدا کیا ہے، ان سے سماجی تعلقات رکھے ہیں۔

یہ لوگ اخوت سے خالی، مروّت سے بے بہرہ اور احسان فراموش ہیں۔ ان میں حلال اور حرام کی کوئی تمیز نہیں۔ یہ لوگ نفرت سے پُر اور اخلاق سے خالی ہیں۔ گورے پادری اسلامی ممالک میں نہ معلوم کیا پرچار کرنے جاتے ہیں جبکہ ان کے اپنے ممالک میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ مثلاً اِس شہر گلاسگو میں فٹ بال کی دو ٹیمیں ہیں، ایک CELTIC اور دوسری RANGERS۔ اوّل الذکر رومن کیتھولکس کی ہے اور دوسری غیر رومن کیتھولکس کی۔ ان ٹیموں کے ہزاروں حامی ہیں۔ جب ان کا آپس میں مقابلہ ہو تو ان کے حامیوں میں باقاعدہ جنگ ہوتی ہے۔ یہ محض مذہب کے نام پر ہوتا ہے۔ پیچ کو میدانِ حشر خیال کر لیا جائے۔ دکانوں کی کھڑکیاں توڑی جاتی ہیں، انہیں لُوٹا جاتا ہے۔

یورپ والے آپس میں نفرت کرتے ہیں۔ پھر یہ تمام گورے خواہ کتنے ہی گندے، جاہل اور شرابی کیوں نہ ہوں کالوں سے اور دوسری غیر گوری قوموں سے نفرت سے پُر ہیں۔ کالوں کو اپنے گرجوں میں جانے نہ دیں گے خواہ یہ پادری روشن خان ہوں یا پادری عبدالحق۔ یہ عیسائی ہی ہیں جنہوں نے لاکھوں افراد کو اس نصف صدی میں (باقی کالم ۲ پر)

کو تباہ کیا، یہ عیسائی ہی ہیں جنہوں نے ۶۰ لاکھ یہودیوں کو زندہ قبروں میں دفن کیا۔ امریکہ میں گورے سیاہ فام عیسائیوں کو پکڑ کر ان کے جسموں پر گرم صلیبی نشان لگاتے ہیں۔ یہ کہانیاں نہیں، افسانے نہیں، آپ آکر دیکھ سکتے ہیں۔

عیسائی ممالک میں جہاں نفرت ہی نفرت ہے وہاں عیسائیت کو چھوڑا جا رہا ہے۔ یہاں لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں، کالا جادُو باقاعدہ شروع ہو رہا ہے۔ عیسائی ملک کمیونسٹ ہو رہے ہیں۔ عیسائیت کی جب سے تاریخ شروع ہوئی ہے ہم نے تو ان میں کہیں بھی اخوت نہیں پڑھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی تحریروں سے ضرور حوالے مل جاتے ہوں گے وہ بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ یہ باتیں تو بہت بعد میں لکھی گئی ہیں۔ اگر لاہور والے عیسائی اپنے رسالے کا نام "نفرت" رکھیں تو بہتر ہوگا۔ "اخوت" اور عیسائیوں میں؟ گورے پادریوں کو اپنے ملکوں میں آکر حالات درست کرنے چاہئیں۔ یہ لوگ سُؤر کھاتے ہیں اور سُؤر کی خصلت رکھتے ہیں۔ روحانیت ان میں ہے نہیں۔ عیسائیت ختم ہے۔ اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ +

اقتباسات

حج ۔ اسلام کی غیر معمولی تاثیرات پر زندہ گواہ ہے

امریکی رسالہ "ٹائم" کے چند اقتباسات

(مترجم و مرتب جناب آفتاب احمد بسمل ۔ کراچی)

مشہور امریکی ہفتہ وار "ٹائم" کے ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء کے ایشیا ایڈیشن میں حج کے متعلق ایک بڑا عمدہ مضمون شائع ہوا ہے اس میں دنیائے اسلام کے مرکز خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی خوبصورت تصاویر کے ساتھ بڑی عمدگی سے اسلام کی بین الاقوامی حیثیت اور اس کی نشأۃ ثانیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ احباب کی دلچسپی کے لئے اس مضمون کے اقتباسات درج ذیل ہیں :-

(۱) " اپریل ۱۹۶۵ء اور ذوالحجہ ۱۳۸۴ ہجری اتفاق سے ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ ذوالحجہ اسلام کے قمری سال کا آخری مہینہ ہے اور اس مہینے دنیائے اسلام کے گوشے گوشے سے مسلمان مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ حج مسلمانوں کی ایک اہم عبادت ہے جو زندگی بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ادا کرنی ضروری ہے بشرطیکہ حالات اس کی اجازت دیں۔ پچھلے سال بارہ لاکھ زائرین نے فریضۂ حج ادا کیا اور اسلام کے اس مقدس ترین مقام کی زیارت کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان جمع ہوئے۔ ان میں ملائشیا کے بادشاہ اور ملکہ۔ امریکہ کے میلکم ایکس کی بیوہ اور سینی گال سے آنے والے وہ زائرین بھی شامل تھے جنہوں نے اس مقصد کے لئے تقریباً ۲۰۰۰ میل پیدل سفر کیا اور افریقی صحراؤں کو پاپیادہ عبور کرتے ہوئے شوقِ زیارت میں مکہ پہنچے۔ جدہ کا ہوائی اڈہ جہاں عموماً دس بارہ جہاز روزانہ اُترتے ہیں حج کے موقع پر اس قدر مصروف ہوتا ہے کہ ۲۴ گھنٹے مسلسل ہر دس منٹ کے بعد ایک ہوائی جہاز زائرین کو لیکر پہنچتا ہے۔ دوسری طرف جدہ کی بندرگاہ میں سینکڑوں جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں لنگر انداز نظر آتی ہیں۔

حج کے لئے مسلمانوں کے ذوق و شوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے سال جب اُردن سے جدہ کے لئے ہوائی جہاز میں جگہ نہ مل سکی تو دولت مند زائرین نے اردن سے لندن کا ٹکٹ لیا اور لندن پہنچ کر بی او اے سی کے

ہوائی جہاز دن میں دہران پہنچے اور پھر وہاں سے بس لیکر ۸۰ میل کا ریگستانی فاصلہ طے کرکے مکہ پہنچ گئے۔

حج کے موقعہ پر دنیا کے ہر ملک کے مسلمان جذبۂ اخوت سے سرشار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے تمام قومی، نسلی اور لسانی اختلافات بھول کر ایک ہوجاتے ہیں اور دنیا کے اس سب سے کم عمر مذہب کے نام لیوا ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار جماعت احمدیہ کا کہنا ہے کہ دنیا میں ۴۲ کروڑ ۷۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان ہیں لیکن دوسرے لوگوں کا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چھیالیس کروڑ ہے۔ بہرحال یہ تعداد بھی کوئی معمولی نہیں ہے۔ آج افریقہ اور ایشیا کے ۳۵ ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

مغربی افریقہ کے بیشتر علاقوں میں آج اگر ایک شخص عیسائیت قبول کرتا ہے تو اس کے مقابلے میں نو آدمی دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

اسلام کی اس ترقی اور قبولیتِ عام کا راز کیا ہے؟ اس کا سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ اسلام ایک انتہائی سادہ مذہب ہے اور اس پر عمل بہت آسان ہے۔ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرکے انسان مسلمان ہوجاتا ہے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت میں فلاح پانے کے لئے پانچ وقت کی روزانہ نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ کی ادائیگی اور زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا ضروری ہے۔ اسلام سُود اور شراب کو حرام قرار دیتا ہے اور اس نے چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ افریقہ میں عیسائیت کو عام طور سے گوری قوموں کا مذہب سمجھا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام رنگ و نسل کے امتیاز سے بالا ہے۔ اسلام کے دو بڑے فرقے شیعہ اور سُنّی ایک دوسرے سے اتنا اختلاف نہیں رکھتے جتنا عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں پایا جاتا ہے۔ مسلمان جمعہ کے روز ایک ہی مسجد میں شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح حج کے موقعہ پر دنیا کے ہر ملک کے مسلمان اپنے سیاسی اختلافات بھول کر ایک ہوجاتے ہیں۔ ملائشیا اور انڈونیشیا کے لوگ ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔ اسلام کا مطلب ہے خدا کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کردینا۔ یہ صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ضابطۂ حیات ہے جس میں خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے ایک شاندار ہستی نے ایک شاندار کتاب کے ذریعے تعلیم دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ۵۷۰ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوا۔ مکہ کے ایک تاجر کا یہ یتیم بچہ بڑا ہوکر ایک اچھا تاجر بنا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ۴۰ برس کے ہوئے تو اسلامی روایات کے مطابق آپ کے پاس جبریل خدا کی

وحدانیت کا پیغام لائے مشرکین مکہ کے لئے جن کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ۳۶۰ بُتوں کے چڑھاوے تھے توحید کا یہ پیغام ایک ایسی چیز تھا جسے قبول کرنے کو وہ قطعاً تیار نہیں تھے۔ آخر مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر آپ ۶۲۲ء میں مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ آپ کو مختلف اوقات میں وحی کے ذریعے شریعت کے احکام دیئے گئے جنہیں بعد میں قرآن کی صورت میں یکجا کیا گیا۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ غیر مسلموں کے نزدیک بھی قرآن ایک ایسی عجیب و غریب کتاب ہے جس میں منطقی عبارت میں دانشمندی کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس میں جگہ جگہ قدیم و جدید عہد نامے کے واقعات بھی نظر آتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک (حضرت) محمدؐ انبیاء کے اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں جس میں ابراہیمؑ اور مسیحؑ شامل ہیں پس خدا تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیموں کو منسوخ کر دیا۔ یہود کی طرح (حضرت) محمدؐ نے بھی سُؤر کو حرام قرار دیا۔ قرآن میں بائیبل کے بہت سے واقعات مثلاً نوحؑ اور ان کی کشتی، یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصے درج ہیں۔ اگرچہ (حضرت) محمدؐ عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دینے کو بہت بڑا شرک قرار دیتے ہیں لیکن آپؐ نے عیسیٰؑ کی بن باپ پیدائش کو تسلیم کیا ہے۔

۶۳۲ء میں (حضرت) محمدؐ نے وفات پائی۔ اُس وقت تک اسلام سارے عرب میں پھیل چکا تھا ایک صدی کے اندر اندر اسپین سے لیکر ہندوستان تک اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ قرونِ وسطیٰ میں اسلام ایک عظیم تہذیب کا گہوارہ بن گیا۔ الف لیلوی داستانیں اسلام کی اس عظمت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ مشہور مؤرخ جارج سارٹن کا کہنا ہے کہ دسویں صدی کے نصف میں بنی نوع انسان نے مسلمانوں کے ذریعے بڑی ترقی کی۔ دنیا کا سب سے بڑا فلاسفر الفارابی مسلمان تھا۔ سب سے بڑے ریاضی دان ابو کامل اور ابراہیم ابن سنان مسلمان تھے۔ سب سے بڑا جغرافیہ دان اور دائرۃ المعارف کا مصنف المسعودی مسلمان تھا۔ اسلامی تہذیب نے ارسطو کے فلسفے کو ایک نئی زندگی دی۔ اہلِ یونان کے کارناموں کے بعد علم فلکیات اور علم الادویہ میں مسلمانوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ فنِ تعمیر میں ہسپانیہ کا الحمراء اور ہندوستان کا تاج محل آج بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

(۲) اسلام کے شاندار عروج اور پھر اس کے زوال کی داستان بیان کرتے ہوئے "ٹائم" نے لکھا ہے:۔

"اسلامی فتوحات کا پرچم عربوں سے سلجوقیوں اور پھر منگولوں اور ترکوں کے ہاتھوں میں پہنچا۔ لیکن اس عرصے میں اسلام تصوّف کے زیرِ اثر آنے کی وجہ سے اپنا زور کھو بیٹھا۔ صوفیاء اور علماء نے عملی دنیا سے الگ ہو کر قرآن و حدیث کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دینی شروع کی۔ انیسویں صدی میں اسلام کمزور ہو گیا اور اس میں روحانی اور مادی اضمحلال نمایاں ہو گیا۔ صلاح الدین ایوبی اور

سلیمان اعظم کی سرزمین یورپین قوموں کے زیرِ اقتدار آگئی اور ترکی کو یورپ کا مردِ بیمار کہا جانے لگا۔ لیکن اس زوال کے دوران بھی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے آثار پیدا ہونے لگے۔ چنانچہ ۱۷۴۴ء میں انتہا پسند وہابی تحریک نے اسلامی تعلیمات پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تبلیغ کی۔ اس تحریک کا دائرہ رفتہ رفتہ مختلف ملکوں میں پھیل گیا۔ انیسویں صدی میں جمال الدین افغانی نے اجتہاد کی تلقین کرتے ہوئے اسلام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا پرچار کیا۔ ہندوستان میں جماعت احمدیہ نے اسلام میں زندگی کی ایک نئی رَو پیدا کر کے تبلیغ کی طرف توجہ دی۔ اور لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا شروع کیا۔ بیسویں صدی کی قوم پرست تحریک کے نتیجے میں رفتہ رفتہ ملک آزاد ہونے لگے۔ اور ایشیا اور افریقہ کے اسلامی ملکوں میں ایک نئے اعتماد و یقین کا جذبہ پیدا ہوا۔"

(۳) "ٹائم" نے موجودہ زمانے کے عام مسلمانوں کی مذہب سے دُوری اور اسلامی احکام پر عمل پیرا نہ ہونے کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"اسلام میں تجدید کی طرف رجحان کے یقینی آثار نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اسلام بھی ضبطِ تولید کا اسی طرح مخالف ہے جس طرح رومن کیتھولک۔ لیکن کئی علماء نے اب قرآن کے حوالے سے اس کا جواز پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسلام ایک جامد مذہب ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ انسان کو سائنس کے ذریعے کائنات پر غور کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ابھی پچھلے سال دنیائے اسلام کی قدیم اور مشہور ترین یونیورسٹی الازھر میں طبیعات، علم الادویہ اور انجنیئرنگ کے شعبے قائم کئے گئے ہیں۔ سیاہ فام افریقی باشندوں میں اسلام کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن تعدد ازدواج مشرق وسطیٰ کے ملکوں کی طرح افریقی قبائلیوں میں بھی اب آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے"

(۴) "اگرچہ ایک فرانسیسی مستشرق کا دعوے ہے کہ اسلام مذہب اور ضابطہ حیات کی حیثیت سے موجودہ زمانے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر ہم صرف حج پر ہی نظر ڈالیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک عام کسان سے لے کر فلاسفر تک ہر مسلمان کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حج کا فریضہ ادا کرے۔ اور یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین آج بھی دلوں میں ولولہ پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اور اس کا یہ اثر مٹنے والا نہیں ہے"۔

شذرات

۱۔ بعثت نبوی کے وقت عرب میں نصاریٰ کی حالت

مسیحی رسالہ اخوت لاہور لکھتا ہے :-

"عربستان میں آنحضرتؐ کے زمانہ کے نصاریٰ (نام نہاد مسیحی) توہمات اور قابلِ شرم خرابیوں میں گرفتار تھے۔ صحیح مسیحی دین کے عوض میں پیر پرستی اور مریم پرستی کا زور تھا۔"

(اخوت جولائی ۱۹۶۵ء صـ۳)

الفرقان ۔ کیا ان لوگوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ کے رسول کی ضرورت نہ تھی؟

۲۔ عیسائیت کی بڑھتی ہوئی تعداد کا مداوا

شیعہ اخبار المنتظر لکھتا ہے کہ :-

"عیسائیت کی بڑھتی ہوئی تعداد کا تدارک یہ نہیں کہ عیسائیوں یا ان کے مشنریوں پر پابندیاں عائد کر دی جائیں بلکہ نہایت ٹھنڈے دل سے اپنی کمزوریوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے خیال میں عیسائیت کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ اس کی حقانیت نہیں بلکہ مسلمانوں کا اپنا ہی غیر ذمہ دارانہ لٹریچر ہے۔" (المنتظر جولائی ۱۹۶۵ء)

الفرقان ۔ واقعی مسلمانوں کے عیسائی ہونے کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کی اپنی کمزوریاں ہیں اور مسلمانوں کا اپنا "غیر ذمہ دارانہ لٹریچر" ہے۔ مگر مدیر المنتظر کی نشاندہی ناقص اور غلط ہے۔ چالیس برس میں نبوت پانے، یا بشریت کی حد تک اجتہادی غلطی، اور والدین کے مشرک ماننے کے جزوی مسائل جو خود اپنی تشریح کے لحاظ سے مسلمانوں میں متنازع فیہا ہیں وہ پادریوں کے غالب آنے کا سبب نہیں بن سکتے۔ ہاں البتہ شیعہ اور سنی صاحبان کا یہ عقیدہ کہ "سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاکر مدینہ منورہ میں مدفون ہیں اور مسیح ناصری دو ہزار برس سے بقول کے تول آسمانوں پر زندہ موجود ہیں" ایسا عقیدہ ہے جس سے عیسائی دلیر ہو گئے ہیں۔ اس "کمزوری" کو دور کرنے کی طرف توجہ فرمائیں؟

ہمہ عیسائیاں را ازمقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

۳۔ شیعہ صاحبان کو انگریزوں نے جاگیریں دیں!

شیعہ اخبار "رضاکار" لاہور لکھتا ہے :-

"۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شیروان (ایران) کے قزلباش خاندان نے انگریزوں کی مدد کی جس کے صلے میں بہرائچ (یو۔پی)

اور لاہور میں بہت بڑی جاگیریں اور
خطابات ملے۔ اسی خاندان کے ایک
فرد نواب سر نوازش علی قزلباش نے
موچی دروازے کے اندر مبارک حویلی
کو عزاداری کا بہت بڑا مرکز بنا دیا۔"
(رضاکار ۸ جون ۱۹۶۵ء ص)

الفرقان۔ شیعہ صاحبان کو "بڑی جاگیریں" لینے کے باوجود دوسروں کے محض کلمۂ انصاف کہنے پر معترض ہونے کا کیا حق ہے؟

ہم سے کتنے تبلیغی ادارے ہیں؟

ہفت روزہ شہاب لاہور رقمطراز ہے :-

"پانچسو مشنری اداروں کے مقابلہ
میں ہمارے کتنے تبلیغی ادارے ہیں جو
غریب اور پسماندہ غیر مسلم بستیوں میں جاتے
اور ان کے درمیان رہتے، اُن کے
دُکھ سکھ میں اُن کا ہاتھ بٹاتے اور دامے
درمے سخنے ان کی مدد کرکے انہیں مسلمان
کے مفہوم سے عملی طور پر آگاہ کرتے ہیں۔"

الفرقان۔ یہ ایک دردمندانہ سوال ہے۔ کیا مسلمان قوم اس کا عملی ثبوت دینے کے لئے تیار ہے؟

۵۔ جناب پوپ سے حضرت موسیٰؑ کے متعلق درخواست کیوں نہیں؟

الفرقان مارچ ۱۹۶۵ء میں لکھا گیا تھا کہ پوپ صاحب جہاں یسوع مسیح سے آسمان سے خود آنے کیلئے درخواست کرتے ہیں وہاں اُن سے یہ بھی درخواست کریں کہ آتے وقت ایلیا کو بھی ساتھ لیتے آویں کیونکہ از رُوئے بائیبل وہ بھی جسمانی طور پر آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور یہود نے جب مسیح ناصری سے انیس سو برس قبل ایلیا کی آمد کا سوال کیا تھا تو آپ نے تاویل فرما دی تھی کہ آسمان سے کوئی نہیں آتا۔ ایلیا سے مراد حضرت یحیٰی بن زکریا ہیں۔ اب اگر حضرت مسیحؑ اکیلے جسمانی طور پر آسمانوں سے آ گئے تو خطرہ ہے کہ یہود نامسعود ان سے پھر دست بگریبان ہو جائیں گے کہ اُس وقت ایلیا کی آمد کی تاویل کر دی تھی اور اب خود جسمانی طور پر آ گئے ہیں۔ ہماری اس بادوق طرز پر المنبر لائلپور میں لکھا گیا ہے کہ ہمیں خوشی ہوگی جب

"جناب ایڈیٹر صاحب الفرقان ربوہ
جناب پوپ سے یہ درخواست کریں گے
کہ اپنی درخواست میں حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو بھی مسیح کے ساتھ لانے
کے لئے شامل کر لیں۔"
(المنبر ۱۶ جولائی ۱۹۶۵ء)

جواباً گزارش ہے کہ ایسی درخواست آپ خود براہِ راست جناب پوپ سے فرما کر اپنی مزید "خوشی" کا سامان فرما سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی آسمانوں سے جسمانی آمد کے نہ عیسائی قائل ہیں نہ ہم، اسلئے درخواست کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کتاب نور الحق میں مذکورہ حضرت موسیٰؑ کی روحانی زندگی آپ نہیں سمجھ سکے تو یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ اس کتاب میں بھی موسیٰؑ کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں۔ پس یہ پوپ سے کہنے والی بات نہیں۔

۶۔ بعض رازوں کا انکشاف

ایک ممتاز ندوی لکھتے ہیں :۔

"اسی طرح جماعت اسلامی کو لیجئے آج سے پانچ چھ سال پہلے بیروت کے سیاسی حلقوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ امریکہ کے خرچ اور اشارے پر یہ دورہ کر رہے ہیں۔ پھر اس کی توثیق اس وقت ہوئی جب مولانا مودودی قاہرہ آئے اور ہم لوگوں کے سامنے اعتراف کیا کہ واقعی سعودی حکومت نے مصر کے دورہ کے لئے انہیں دو یا تین ہزار روپیہ بطور ہدیہ دیئے ہیں کہ مولانا کوہ طور کی تجلیاں دیکھیں اور اپنے تاثرات کو اپنی تفسیر میں قلمبند کریں۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کے بارے میں مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم کے چند قریبی نیازمندوں نے قاہرہ میں بتایا کہ مرحوم کہا کرتے تھے کہ امریکہ پس پردہ اس تحریک کی بھی مالی امداد کر رہا ہے۔" (اخبار صدق جدید لکھنؤ ۲۵ رجون ۱۹۶۵ء)

الفرقان۔ جناب مودودی صاحب کی "اسلامی جماعت" اور دوسری "تبلیغی جماعت" کو امریکہ کس لئے امداد دے رہا ہے؟ مسلمانانِ پاکستان کے لئے یہ ایک

لمحۂ فکریہ ہے :۔!

۷۔ علماء اور واعظوں کی عملی حالت پر ماتم

مدیر صاحب رسالہ تعلیم القرآن لکھتے ہیں :۔

"رہنمایانِ قوم اور واعظانِ ملت جب جلسوں، مجلسوں اور پارٹیوں میں قوم کو اخلاقیات کا درس دیتے ہیں تو ان کی تقریروں کا ایک ایک لفظ اور ان کے لیکچروں کا ایک ایک جملہ درد و کرب اور رنج و الم میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے گویا انکی زبانوں سے حسن بصریؒ، بایزید بسطامیؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ بول رہے ہیں مگر ان کی راتوں اور تنہائیوں کی مصروفیات رندانہ کے سامنے بے حیائی بھی پانی پانی۔ اور شرم سے سرافگندہ ہے۔ ان کی زبانوں پر اخلاقیات کا درس ہوتا ہے مگر ان کے دل سرے سے اس موضوع ہی سے بیزار ہیں۔" (رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

الفرقان۔ کیا اس حالتِ زار کے باوجود آسمانی مصلح کی ضرورت اور اسکے وجود سے انکار کرنا ایمانداری ہے؟

۸۔ شیعہ صاحبان کی "تاویلات" کا نمونہ

مدیر معارفِ اسلام لاہور اپنے مضمون "مولا علیؑ مشکل کشا"

کے زیرعنوان لکھتے ہیں :-

"تنظیم اہلحدیث کا یہ خیال کہ حضرت علیؓ نے کربلا میں امام حسین کی مدد نہیں فرمائی یا خود اپنی زندگی میں اپنی تکلیفات کو دُور نہ کیا سراسر بے علمی پر مبنی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مصائب پر ثابت قدم رہنا بہت بڑا مقام ہے بہ نسبت کسی کی مدد سے مصائب دُور کرانے کے۔ اگر حضرت امام حسین مدد کے لئے حضرت علیؓ کو پکارتے اور آپ نہ پہنچتے تو اہلحدیث کی بات سمجھ میں آسکتی تھی مگر امر واقعہ یہ نہیں ہے کہ حضرت امام حسین نے میدانِ کربلا میں حضرت علیؓ کو مدد کے لئے پکارا ..... اہلحدیث کا یہ طعنہ کہ حضرت علیؓ اپنی زندگی میں اپنی تکلیف دُور نہ کرسکے ہمارے بیان کو زیادہ طاقتور بناتا ہے کہ جو تمام زمانے کی مشکلات حل فرماتا رہا وہ لئے فقیر تھا یعنی اپنے رب کے سامنے بالکل بے بس ہے۔"

(معارفِ اسلام جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۴)

الفرقان: حضرت امام حسینؓ کی مشکل اسلئے دُور نہ کی کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو بلایا نہ تھا اور اپنی تکلیفات اسلئے دُور نہ کیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس تھے۔ مگر باین ہمہ شیعہ حضرات حضرت علیؓ کو "زمانے کی مشکلات حل" کرنے والا مانتے ہیں۔ کیا ہر مخلوق پرست یہ تاویل اختیار نہیں کرسکتا؟ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا ہے۔ اس کے سامنے سب انسان عاجز اور بے بس ہیں۔

۹۔ نبی پیدا نہیں ہوگا یا آئے گا نہیں؟

تنظیم اہلحدیث (لاہور) لکھتا ہے :-

"عرب و عجم کے تمام علمائے اُمت اِس امر پر متفق (؟) ہیں کہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔"

(۳۰ر جولائی ۱۹۶۵ء)

قابلِ غور امر یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت نہیں تو پیدا ہونے اور پُرانے نبی کے آنے کی یکساں ممانعت کرنی لازمی ہے۔ اور اگر ضرورت ہے اور پُرانا نبی آئے گا تو پھر ہم سے وجہِ ناراضگی صرف یہی قرار پائی کہ ہم اسرائیلی نبی کی بجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے امتی نبی کو کیوں مانتے ہیں؟ خدارا غور کرکے فتویٰ دیا کریں۔

۱۰۔ "اقرارِ شہادتین باعثِ نجات نہیں"

شیعہ رسالہ المنتظر لاہور لکھتا ہے :-

"میں نے تمام فرقوں کی کتب میں غور وفکر کیا تو سب کو اِس بات پر متفق پایا کہ اقرارِ شہادتین باعثِ نجات اور سببِ دخولِ بہشت ہے۔ اور تمام فرقے اِس بات پر متحد ہیں سوائے فرقہ اثنا عشریہ کے کہ وہ بس اقرارِ شہادتین کو باعثِ نجات اور سببِ دخولِ بہشت نہیں مانتا بلکہ اقرارِ شہادتین کے ساتھ ساتھ اقرارِ ولایت اہلِ بیت کا بھی معتقد ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کو

بعد رسول وصی اور خلیفہ مانا جائے ۔"
(۲۰ ر جولائی ۶۵ء صفحہ ۱۶)

گویا شیعہ صاحبان کلمہ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ کو نجات کا ذریعہ نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک جب تک ان کے طریق پر حضرت علیؓ کو وصی اور خلیفہ بلا فصل نہ مانا جائے کسی کی نجات ممکن نہیں

علماء اہلسنت اس عقیدہ کے بارے میں اور ان لوگوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

۱۱۔ بیرونی ممالک میں اسلامی تبلیغ کیلئے سہولتیں

مدیر تنظیم اہلحدیث رقمطراز ہیں کہ :-

"حکومت کا یہ جذبہ تو بجا ہے کہ وہ بیرون ملک میں اسلامی تبلیغ کے لئے سہولتیں مہیا کرتی ہو لیکن ہم حکومت کی اس پالیسی سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ قادیانی مسلمان ہیں " (۳۰ ر جولائی ۶۵ء)

عجیب لوگ ہیں خود تبلیغ اسلام کی توفیق سے بے بہرہ ہیں اور جو لوگ تبلیغ اسلام کے لئے بیرونی ممالک میں جاتے ہیں انہیں یہ مسلمان نہیں سمجھتے ۔ ان کے راستہ میں روڑے اٹکانا اپنا پیشہ قرار دے رکھا ہے ۔ جناب عالی ! اگر آپ کے "اتفاق" کے بغیر کوئی مسلمان قرار نہ پا سکے تو پھر امت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سطور بالا میں شیعہ صاحبان کا نظریہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا بھی فکر کریں ۔ !

۱۲۔ "حضرت علیؓ کو حد سے بڑھانے والا بھی کافر ہے"

شیعہ رسالہ المنتظر لاہور ناراض ہے کہ الفرقان (مئی ۶۵ء) نے لکھا تھا کہ :-

"بعض (شیعہ) تو حضرت علیؓ کو محض باقی صحابہ پر نہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر بھی فضیلت دینے لگے "

مدیر المنتظر لکھتے ہیں " جہاں تک فضیلت علیؓ بر رسولؐ (معاذ اللہ) کا عقیدہ ہے تو یہ بھی تمام شیعوں کے نزدیک عقیدۂ کفر ہے۔"

ہمارے لئے مقام مسرت ہے کہ غالی شیعوں کے ایسے عقیدوں کو خود سمجھدار شیعہ صاحبان بھی کفر قرار دینے لگے ہیں ۔ ہم نے یہ بات "حضرت علیؓ کو ان کی حد سے بڑھانے والوں" کے متعلق ہی لکھی تھی ۔

۱۳۔ شوریٰ اور اجماع میں تمیز

المنتظر لاہور نے الفرقان (مئی ۶۵ء) کا اقتباس یوں نقل کیا ہے :-

"یہ گھبراہٹ والا مسلک تقریباً وہی ہے جو شیعہ حضرات حضرت ابوبکرؓ صدیق کے انتخاب کے متعلق اختیار کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک بھی مسلمانوں کا پہلا اجماع ہی غلط تھا اور ہمارے غیر مبایع بھائیوں کے نزدیک بھی "

اس اقتباس پر فاضل مدیر المنتظر لکھتے ہیں کہ :-

"سطور بالا لکھنے والے کو شوریٰ اور اجماع کی تمیز نہیں وہ تاریخ سے نابلد ہے ورنہ حضرت ابوبکرؓ بذریعہ شوریٰ خلیفہ ہوئے " (۳۰ ر جولائی ۶۵ء)

الفرقان ۔ یہ تو بتائیے کہ شوریٰ کے لئے جمع ہونیوالے افراد توم جب ایک امر پر اتفاق کر لیں تو اسے کیا کہتے ہیں ؟

قرآن مجید اور لغت عرب کے مطابق اسے اجماع ہی کہتے ہیں شوریٰ اور اجماع میں تضاد نہیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شوریٰ سے اور اجماع سے خلیفہ مقرر ہوئے تھے سوال تو یہ ہے کہ آپ ان کی خلافت کے منکر کیوں ہیں؟

۱۴۔ "احمد پور شرقیہ کا ایمان خطرہ میں"

مندرجہ بالا عنوان سے ماہنامہ نقاد کراچی بابت جولائی ۱۹۶۶ء کا اقتباس ذیل ہم بلا تبصرہ درج کرتے ہیں:۔

"یہ خبر سنیئے کہ احمد پور شرقیہ میں ایک جماعت ہے اس کا نام ہے مجلس تحفظ ختم نبوت۔ اس جماعت نے اپنے ایک خصوصی اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی ہے کہ احمد پور شرقیہ مسلم آبادی کا شہر ہے یہاں کچھ عرصہ سے عیسائی مشنری نے تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں یہ لوگ یہاں ایک مشن اسکول ایک مشن ہسپتال اور ایک گرجا گھر تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ عیسائی لوگ ان ارادوں میں کامیاب ہو گئے تو احمد پور شرقیہ کے مسلمانوں کا مذہب خطرہ میں پڑ جائے گا۔ لہذا اسکول، گرجا اور ہسپتال کی تعمیر کی اجازت نہ دی جائے۔

سُنا آپ نے کیسے خطرے میں گھر گئے ہیں احمد پور شرقیہ کے لوگ۔!! اب عیسائی مبلغین ان کو عیسائی بنائیں گے مگر یاد رہے یہ بتاؤ کہ مسلم آبادی کا یہ وسیع شہر جہاں برسہا برس سے مجلس تحفظ نبوت تک موجود رہی ہو وہاں کے ہزاروں مسلمانوں کو اب تک اپنے مذہب کی خوبیاں معلوم نہ ہو سکیں۔ وہ ہزاروں فرزندانِ توحید جو برسوں مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی میں رہ رہے ہیں کیا اب تک ایسے مٹی کے مادھو ہیں کہ تین چار عیسائیوں کے بہکانے سکھانے میں آ جائیں گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد احمد پور شرقیہ کے مسلمانوں پر بہت بڑا طنز ہے گنتی کے عیسائی مبلغ اس شہر کی مجلس تحفظ ختم نبوت پر بھاری پڑ رہے ہیں !!! لاحول ولا قوۃ۔ اگر صرف کسی مذہب کی عبادت گاہ تعمیر ہو جانے سے ہی اس مذہب کو ترقی مل سکتی ہے۔ تب تو احمد پور شرقیہ کی بے شمار مسجدوں پر نظر ڈالنے کے بعد سوچنا ہوگا کہ ان کے باوجود اس شہر کے مسلمانوں کو مجلس والوں نے اتنا روکھا پھیکا کیسے تصور کر لیا۔"

معاونین خاص کے لئے دعا

معاونین الفرقان کے لئے ہمیشہ دعا کی جاتی ہے اور احباب میں بھی تحریک کی جاتی ہے۔ متعدد معاونین نے وعدوں کے باوجود اپنی رقم ارسال نہ کی تھی انہیں اطلاع کر دی گئی ہے۔ ان کے لئے آخری موقعہ ہے۔ آئندہ نمبر میں حقیقی معاونین خاص کے نام درج ہوں گے۔ انشاء اللہ

یادِ رفتگان

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم آف راہوں ضلع جالندھر کے مختصر حالات!

(جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر کے قلم سے)

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب ۱۲ اگست ۱۸۸۳ء کو قصبہ راہوں ضلع جالندھر میں اہلسنت والجماعت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم راہوں اور لودھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں مالیر کوٹلہ سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ غالباً ۱۸۹۸ء کے وسط میں جب کہ آپ مزید تعلیم لدھیانہ میں حاصل کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر لدھیانہ میں ہوئی جسے آپ نے سُنا اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا پہلی دفعہ موقعہ ملا۔

آپ کے ماموں زاد بھائی ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب ۱۸۹۸ء کے قریب آپ کے خاندان میں پہلے احمدی ہوئے جن کی تبلیغ کا آپ پر بھی اثر ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کی شادی ماہل پور ضلع ہوشیار پور میں ایک معزز ہاشمی خاندان میں ہو گئی۔ آپ کی بیوی برکت النساء بیگم کے بڑے بھائی قاضی شاہ دین صاحب جو نمبردار اور امام مسجد قصبہ ماہل پور تھے ۱۹۰۲ء میں احمدی ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو حضرت صاحب کی کتب فتح اسلام اور ازالہ اوہام پڑھنے کو دیں جن کے پڑھنے سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت آپ پر واضح ہو گئی۔ انہی دنوں آپ نے اپنا مکان راہوں میں بنوایا تو وہاں کے حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے جو احمدی ہو چکے تھے آپ سے پوچھا کہ احمدیت کے متعلق اب آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ تو حاجی صاحب نے ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء میں آپ کو ایک کارڈ دیا کہ جب کوئی اعتراض باقی نہیں تو بیعت کا خط لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے وہ خط قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کے حضور لکھ دیا تو قادیان سے جواب آیا کہ تمہاری بیعت منظور ہے۔ نمازوں میں استقلال پیدا کرو۔ درود شریف اور استغفار میں لگے رہو اور تہجد پڑھنے کا بھی شغل رکھو۔

آپ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی ملازمت کے سلسلہ میں لاہور متعین ہوئے اور احمدیہ بلڈنگس کی مسجد کے پاس ایک مکان کرایہ پر لیکر دو سال تک وہاں مقیم رہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مغرب سے عشاء تک درس قرآن مجید دیا کرتے تھے جس میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ اس طرح آپ کا علم احمدیت کے متعلق بڑھتا گیا۔ بابا ہدایت اللہ صاحب جنہوں نے

پنجابی شعروں میں احمدیت کی سی حرفی بہت عمدہ پیرایہ میں لکھی تھی انہی دنوں ملاقات ہوتی رہی۔ ان کی سی حرفی کے بہت سے شعر آپ کو زبانی یاد تھے جو آپ اکثر پڑھتے رہتے تھے۔ مولوی دلپذیر صاحب کے شعر بھی آپکو بہت پسند تھے۔

ایک دن آپنے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے عرض کی کہ میرے ہاں چار لڑکیاں ہیں اور لڑکا کوئی نہیں تو مولوی صاحب نے دعا کی ترکیب بتلائی اور ارشاد فرمایا کہ لڑکا ہونے پر اُس کا نام "محمد" رکھنا۔ آپنے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بفضلِ خدا لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق "محمد" رکھا۔ ضلع گجرات میں جہاں کے حضرت مولوی صاحب باشندے تھے اکثر لوگ صرف محمد یا احمد نام رکھ لیتے ہیں مگر ضلع جالندھر اور لدھیانہ میں صرف محمد نام رکھنا اس نام کے تقدس کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو محمد کے نام کے ساتھ جی کا اضافہ کر دیں۔ مولوی صاحب نے اجازت دیدی۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد جی رکھ دیا۔

آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ جہاں بھی موقعہ ملتا آپ تبلیغ ضرور کرتے۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے آپ کے تینوں بھائی بھی احمدی ہو گئے اور سارے خاندان میں احمدیت پھیل گئی۔ آپ کی تبلیغ کے زیرِ اثر لدھیانہ ضلع کے کم و بیش سات خاندان احمدیت میں داخل ہوئے۔

۱۹۳۵ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اپنا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا رجسٹری شدہ مختار عام بنا لیا بعدہٗ سیکرٹری امانت تحریک جدید کا چارج بھی آپ کو دیدیا گیا۔ اِن دونوں عہدوں پر آپ ۱۹۴۸ء تک فائز رہے۔ پھر پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ اِن کاموں سے فارغ ہوئے

آپ نماز تہجد بڑے التزام سے ادا کرنے کے عادی تھے۔ رات کو جلدی سو جاتے اور صبح جلدی بیدار ہو کر نماز تہجد پڑھتے۔ پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد نماز فجر تمام افرادِ کنبہ کے ساتھ باجماعت ادا کرتے اور پھر تلاوتِ قرآن پاک کرتے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر علماء سلسلہ احمدیہ کی کتب پڑھنا آپ کا دل پسند مشغلہ تھا۔ سلسلہ کے سارے اخبارات اور رسالہ جات بھی سارا دن پڑھتے رہتے۔ سلسلہ کی ہر ایک تحریک میں آپ خاص دلچسپی لیتے۔

نمازوں میں بہت سوز سے دُعائیں کرتے اور ہر ایک کو نیکی اور نمازوں میں باقاعدگی کی تلقین کرتے۔ آپ ہر جلسہ سالانہ پر سارے کنبہ کے ساتھ ضرور شامل ہوتے۔

آپ کی اولاد کو خدا تعالیٰ نے قادیان اور ربوہ میں مکانات بنانے کی توفیق بخشی۔

آپ کی وفات ۸۰ سال کی عمر میں ۲۴ اپریل ۱۹۶۴ء کو لاہور میں ہوئی اور اسی دن آپکے جسدِ خاکی کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپنے بوقتِ وفات ۵ لڑکیاں اور ایک لڑکا اپنی یادگار چھوڑے۔ اسکے علاوہ وفات کے وقت آپکے ۵ پوتے، ۳ پوتیاں، ۱۵ نواسے، ۲۲ نواسیاں اور ۲۲ [illegible] ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین +

ایک پُرکیف اور دلکش نظم

منظر نامۂ کشمیر

کشمیر کے قدرتی، ثقافتی اور تاریخی حالات

(جناب مولانا سمیع اللہ صاحب بمبئی کے قلم سے)

اے دوست میں نظارۂ کشمیر دکھاؤں — ہیں جلوۂ صد رنگ میں ڈوبے سحر و شام
گلزارِ ارم کی تجھے سیر کراؤں — جنت ہے سوا حسن میں گلگشتِ پہلگام
کشمیر ہے اک زندہ نشاں حسنِ ادا کا — دریائے لدڑ کی وہ فسوں کار روانی
یہ خطۂ فردوس ہے شاہکار خدا کا — انگڑائیاں لیتی ہوئی فطرت کی جوانی
وہ سبزہ و کہسار کا پُرکیف نظارا — پڑھتی ہے مدھر لے میں "لدڑ" دل کا نوشتہ
وہ حسنِ شفق، نورِ فضا، صبحِ دل آرا — گویا کہ غزلخواں ہے محبت کا فرشتہ
پربت پہ اُدھر مطربِ فطرت کا ترنم — چشمہ کو یہاں ملتا ہے پتھر کا سہارا
وادی میں اِدھر ساقیٔ گلگوں کا تبسم — سر جیسے پٹکتا ہو کوئی ہجر کا مارا
بادل کا وہ بے پایاں کرم کوہ و دمن پہ — ہیں آہربل کے بھی جنوں خیز مناظر
وہ برف کی پوشاک پہاڑوں کے بدن پہ — تضمینِ سخن پر جہاں مجبور ہو شاعر
چلتی ہیں وہاں صبح و مسا سرد ہوائیں — آغوش میں جنگل کی کُکَڑ ناگ کا جل تھل
اکساتی ہیں مے نوشی پہ مسحور فضائیں — وہ جس نے مچائی میرے جذبات میں ہلچل
مرغانِ گلستاں کی وہاں زمزمہ خوانی — وہ چشمۂ جاں بخش اچھابل کا نظارا
ہے وردِ زباں غنچہ و شبنم کی کہانی — کوثر و تسنیم سے نکلا ہوا دھارا
اے دوست بڑی روح فزا جسکی ہے تصویر — دیکھا ہے ویری ناگ کے چشمہ کی نظافت
تجھکو دکھاؤں میں وہی وادیٔ کشمیر — کر دیتی ہے ہر دل کو جو سرشارِ محبت

اے دوست لبِ چشمۂ میگوں بھی گئے ہم
اِک شوق لئے وادیِ ہاروں بھی گئے ہم
وہ چوئے شفا، آبِ بقا، چشمۂ شاہی
فیاضیٔ قدرت کی جو دیتا ہے گواہی
وہ دُور تلک پھیلا ہوا پانی ہی پانی
اُس جھیل میں کشتی کی سبک سیر روانی

اے عشق یہاں آکے خطاکار نہ ہونا
اِس حُسن کو دل دے کے گنہگار نہ ہونا

اِک اور بھی اعجوبۂ کشمیر ہے اے دوست
اس کا بھی بیاں باعثِ توقیر ہے اے دوست
دیکھو گے چنار اور کہیں چیڑ کا منظر
جنگل کے درختوں میں وہ بے مثل و تناور

کس شانِ خودی سے ہے یہ سر اپنا اٹھائے
آکاش کو تھامے ہے تو دھرتی کو دبائے

کوتاہ یہاں یہ سخنِ بزم نہ سمجھو
شادابیٔ کشمیر یہیں ختم نہ سمجھو
قدرت نے دیا ہے تمہیں گر حسنِ طبیعت
آئے گی نظر تجھ کو یہاں ایک حقیقت
پاؤ گے یہاں کہنہ ثقافت کے دفینے
گزری ہوئی تہذیب کے دیکھو گے نمونے

اوجھل ہیں مؤرخ کی نظر سے جو حکایات
محفوظ ہیں اس دشت و جبل میں وہ روایات

اے دوست جو سن پاؤ یہاں لوک کتھائیں
سمجھائیں گی تم کو وہ زمانے کی ادائیں
کہتے ہیں "سُنو دَورِ گزشتہ کی کہانی"
پھر خوب دکھاتے ہیں طبیعت کی روانی
فرعون کے مطبخ کا انہیں یاد ہے نسخہ
تقریبِ مسرت میں کھلاتے ہیں یہ واضر
چڑتے ہیں یہ اُس ظلم و شقاوت کے شرر سے
نفرت ہے بڑی سخت انہیں بخت نصر سے
کندہ ہے چٹانوں پہ کہیں ایسی عبارت
ہے جس سے عیاں حضرتِ موسیٰ کی ثقافت
تورات کا وہ گوہرِ نایاب یہاں ہے
کہتے ہیں جسے وادیٔ موآب یہاں ہے
افسانۂ ہاروت کے آثار یہاں ہیں
ماروت کی بخشش کے طلبگار یہاں ہیں
آثارِ قدیمہ میں ہے اِک تختِ سلیماں
اِک قوم کی گزری ہوئی عظمت کا نگہباں

القصہ یہ کشمیر بھی ہے حُسنِ نظر بخش
یہ قطرۂ نیساں ہے مرے دوست گہر بخش

یہ حُسنِ تمدّن، یہ روایت، یہ ثقافت
دیتی ہے یہ اس امرِ حقیقت کی شہادت
بخشی ہوئی بھارت کی یہ توفیق نہیں ہے
یہ ہند کی تہذیب کی تخلیق نہیں ہے
اس قوم نے دیکھی ہے خزاں اپنے چمن پر
مجبور ہوئی تھی یہ کبھی ترکِ وطن پر
سیّاح سے کہتا ہے یہ نظارۂ رنگیں
اِس قوم کا ہے اصل وطن شام و فلسطیں

اے دوست نہ ہونا کبھی تم سُن کے یہ ناشاد
یہ حضرتِ یعقوب و یہودا کی ہیں اولاد
ٹکرائی تھی جو قوم کبھی برق و شرر سے
صد حیف وہ مغلوب ہوئی بخت نصر سے
پھر ایسی تباہی ہوئی اس قوم پہ نازل
مردانِ وغا ہو گئے پابندِ سلاسل

ہے دردفضا شامِ غریباں کی حکایت
کرتے ہیں بیاں اہلِ حقائق یہ روایت
پھر ملک بدر کر دیا بیداد نے اس کو
محرومِ چمن کر دیا صیاد نے اس کو
جب بختِ سیہ کا پڑا اس قوم پہ سایہ
تب بخت نصر نے اسے میدا میں بسایا
دن ہجر کا اور رات جدائی کی بتائے
پھر کابل و قندھار سے کشمیر یہ آئے
یہ آب و ہوا جوئے رواں شوخ مناظر
یہ دیس بھی تھا شام و فلسطین سا نادر
مرغانِ قفس کو یہ چمن سا نظر آیا
یہ خطۂ خوش رنگ وطن سا نظر آیا
کچھ دھل گئی اس در پہ طبیعت کی کدورت
اس دیس کی راس آ گئی کچھ اس کو سکونت
شاید تھا یہی فیصلۂ عرشِ نگہدار
اس قوم سے کشمیر کی تقدیر ہو بیدار

کشمیر کا اب حُسن ہوا اور ہویدا
اک کیفیتِ چاہِ ذقن ہو گئی پیدا

یہ قوم جو تہذیب و تمدن کی دھنی تھی
پروردۂ انعامِ نبوت تھی غنی تھی
روشن ہوئی اس جگہ وہی شمعِ تمدن
اب یاں بھی برسنے لگا ہر سمت وہی حُسن
تورات کی عزت کا نگہدار بنایا
کشمیر کو اک مطلعِ انوار بنایا
اس قوم نے تصویر میں وہ رنگ بھرا اب
کشمیر بنا شام و فلسطین نما اب

پھر نقش اُجاگر کیا ہر عہدِ وفا کا
چُن چُن کے دیا نام مقاماتِ ہدیٰ کا

اے دوست میں اب حال کچھ آگے کا سناؤں
اس قوم کا کچھ حُسنِ ادا اور دکھاؤں
غربت میں بھی شاداں تھی ابھی اُمتِ موسیٰ
مبعوث ہوئے ارضِ فلسطین میں عیسیٰ
لوگوں پہ عیاں کر دیئے اسرارِ شریعت
ہیکل میں بڑی دھوم سے کی وعظ و نصیحت
کاہن کو ملامت کا سزاوار بتایا
زردوست فریسی کو خطاکار بتایا
لعنت کی صدوقی پہ فقیہوں پہ ملامت
برپا ہوا ہر سمت بس اک شورِ قیامت
جب ٹھن گئی اس بزم میں بیدادگروں سے
اس وقت کہا حضرتِ عیسیٰؑ نے سبھوں سے
کچھ اور عنادل ہیں جو ہیں دور چمن سے
کچھ اور بھی بھیڑیں ہیں جو باہر ہیں وطن سے

اب ان کو سنانا ہے پیغامِ رسالت
کرنا ہے وہاں جاکے اب اعلانِ نبوت

یہ کہہ کے فلسطین سے پھر عیسیٰؑ دلگیر
ہجرت کے لئے آپ چلے جانبِ کشمیر
با تلخیٔ احساس سے سر اپنا جھکائے
آزردگی ترکِ وطن دل میں چھپائے
رخصت کیا احباب نے با دیدۂ پُرنم
ہمراہِ سفر ہو گئے کچھ مونس و ہمدم
مریم بھی روانہ ہوئیں ساتھ اپنے پسر کے
ہر حال میں ہمراہ رہیں لختِ جگر کے

اس طور سے یہ قافلۂ نور کشاں اب
داخل ہوا کشمیر میں باامن و اماں اب

اللہ نے سُولی پہ ہلاکت سے بچایا
کشمیر میں ہم قوم قبائل سے ملایا
چرواہے کی آواز پہ آئے جو لپک کر
موجود تھا اس دیس میں بھیڑوں کا وہ ریوڑ
اس قوم کو جب حضرتِ عیسیٰ نے پکارا
توحید و رسالت کا جونہی وعظ سنایا
ہر سمت سے آنے لگی لبیک کی آواز
اس شمع پہ مرنے لگا پروانۂ جانباز
اس طرح یہاں حضرتِ عیسیٰ رہے کچھ سال
اس دیس میں ساتھ انکے رہے عزت و اقبال
دیتے تھے انہیں صبح و مسا درس وفا کا
پیغام سناتے تھے سدا ان کو خدا کا

اللہ کے احسان سے دل شاد ہوئے آپ
کشمیر میں ہی صاحبِ اولاد ہوئے آپ

اس شان سے جب ختم ہوئی عمرِ نبوت
تقدیر بجانے لگی نقارۂ رحلت

القصہ لٹائے گئے تربت میں یہیں آپ
کشمیر میں ہی ہو گئے پیوندِ زمیں آپ

وہ دیکھ لو موجود شہادت ہے سبھی کی
اک قبر ہے کشمیر میں شہزادہ نبی کی
تھے اپنے وطن میں تو ہوئے اپنے پرائے
پردیس میں نام آصف و غمگین رکھائے
اے دوست ہیں کچھ اور بھی آثار و روایات
اس بات پہ برہان ہیں کچھ اور مقامات
اک ندرتِ کشمیر ہے گلگت کی لڑی بھی
تاریخ کا اک باب ہے کہسارِ مری بھی
گلگت تو ہے دراصل وہی کوہ فلسطیں
توڑا گیا عیسےٰ پہ جہاں ظلم کا آئیں
مریم کو نہ جانے جو بھلا کون ہے ایسا
ہیں آپ ہی تو والدہ حضرتِ عیسےٰ

پھر نام یہ کشمیر میں کس طور سے آئے
یہ راز ہے کیا؟ کوئی تو یہ بھید بتائے

اے دوست ہو گر اذن تو کچھ میں ہی بتا دوں
پردہ رخِ تاریخ سے سرکا کے ہٹا دوں
یہ قوم جو اب زینتِ کشمیر تھی اے دوست
اس میں یہ بڑی خوبی و توقیر تھی اے دوست

اس قوم کو تھی اپنی روایات سے الفت
کرتی تھی یہ اسلاف کے ناموں سے محبت
ہر دَور میں حُسنِ رُخِ گیتی کو سنوارا
کی حال کی گر قدر تو ماضی کو پکارا
کہسارِ مری اور یہ گلگت کی پہاڑی
دیتی ہے یہ ان قومی خصائص پہ گواہی
القصہ ہے کشمیر بھی ہے تاریخ کا وہ باب
اس دَور میں جو چہرہ نمائی کو ہے بے تاب
اے دوست ذرا دیکھ تو اس سمت خدارا
لیلیٰ ہے لبِ بام ہے کیا تابِ نظارا
اک نگہِ رسا ڈال تو اس دشت و جبل پہ
کر غور خدا کے لئے تاریخِ ملل پہ
احوالِ اُمم پوچھ تو کہسارِ مری سے
سُن قصۂ ما فات کو، شہزادہ نبی سے
ہر کوچۂ کشمیر میں اک شور بپا ہے
اس راہ سے اک قافلۂ عشق گیا ہے
اے دوست سُنی تم نے بھی کچھ عشق کی آواز
یہ دَورِ خرد زا بھی بجاتا ہے وہی ساز
گر دل میں بصیرت ہو طبیعت میں ذکاوت
پاؤ گے یہاں عشق کی اک تازہ حرارت
اُس عشق کے موجود ہیں آثار ابھی تک
اس بزم میں باقی ہیں وہ میخوار ابھی تک
الفت کی رہ و رسم کہن ہو گئی تازہ
پھر عارضِ فطرت نے لگایا وہی تازہ

گلزار میں کلیاں بھی کھلیں پھول بھی مہکے
میکش بھی گھٹا دیکھتے ہی جھوم کے اُٹھے
انجیل کی وہ آمدِ ثانی کی روایت
اک دَورِ ہدایت کا وہ مژدہ و بشارت
وہ جن کی خبر قولِ محمدؐ میں ہے موجود
آئیں گے وہ تثلیث شکن عیسیٰ موعود
وہ مالکِ لولاک نے کی جن کی منادی
وہ ظلِّ خدا فخرِ رسل مہدی و ہادی
تھی جس کی خبر آگیا وہ دَورِ سعادت
آفاق پہ روشن ہوئی وہ صبحِ ہدایت
مبعوث ہوئے ہند میں وہ مہدیٔ مسعود
پیدا ہوئے پنجاب میں وہ عیسیٰ موعود
وہ مردِ خدا جس کا ہے پیغامِ محبت
وہ واقفِ اسرارِ جہاں ہاتفِ فطرت
وہ جس نے مسلماں کو مسلمان بنایا
اک جام دیا صاحبِ عرفان بنایا
اے دوست ذرا عشق کا اعجاز تو دیکھو
ساقی کا بھری بزم میں انداز تو دیکھو
اس دُور کو بخشا گیا پھر ذوقِ عبادت
پیدا ہوئی عشاق کی اک تازہ جماعت
ہیں یاد انہیں اب بھی وہ ماضی کی روایات
پیتے ہیں وہ مے اب بھی پئے رندانِ خرابات
خوشنودیٔ مولا کی ہیں یہ آس لگائے
بیٹھے ہیں درِ یار پہ یہ دھونی رمائے

ساقی کے اشارے پہ دل وجان فدا ہے
مستوں نے یہاں دُردِ تہِ جام پیا ہے

اے دوست چلو ساتھ مرے سُوئے قدن اب
دکھلاؤں تمہیں اور ہی رنگِ چمن اب

ہر دور میں ہر عہد میں یہ عشق کا مقسوم
زندہ ہے سدا، موت کی لذت سے ہے محروم

تحریر دکھاؤں تمہیں اب لوح و قلم کی
عظمت مَیں بتاؤں تمہیں اب خیرِ اُمم کی

اے دوست ہے یہ صدق و وفا ذوقِ خداداد
فطرت کے تقاضوں پہ ہے اس عشق کی بنیاد

دہکتی ہے گل و لالہ سے یہ بادِ صباحی
خالی مئے عرفان سے ہے تیری صراحی

ہو جاتا زمانے سے یہ میخانہ ہی نابود
محفل میں جو ہوتی نہ کہیں آتشِ بے دود

امیدِ وفا تجھ کو ہے ان ماہ وشوں سے
انجام سُبو پُوچھ ذرا بادہ کشوں سے

اے دوست چلو ساتھ مرے انکے قدم تک
کشمیر سے پنجاب کی اس ارضِ حرم تک

اس دَورِ جہالت سے اب اے دوست نکل جا
آثارِ قیامت ہیں نمودار سنبھل جا

وہ حسنِ چمن زار وہ رعنائی گلشن
اس شاخ پہ اب طائرِ دل کا ہے نشیمن

لبریز مئے عشق سے ہو ساغر و مینا
مل جائے درِ حق سے تجھے دیدۂ بینا

ہوتی ہے زیارت یہاں اک ماہ جبیں کی
صحبت ہے میسر یہاں جبریلِ امیں کی

روشن ہو ترے سینے میں قندیلِ تیقن
اب شائع ترے دم سے ہو نبیوں کا تمدن

جس نور سے کشمیر کی آنکھیں ہوئیں روشن
اب محفلِ پنجاب ہے اس نور کا مخزن

الحاد کا سیلاب ہو تشکیک کا طوفان
ہر حال میں ثابت رہے باقی رہے ایمان

ساقی تجھے پیمانۂ عرفان پلائے
فردوس کا رستہ تجھے اللہ دکھائے

قابلِ تقلید مثال

محترم نواب زادہ میاں عباس احمد خان صاحب لاہور نے پچھتر[۷۵] معززین کے نام ایک سال کے لئے رسالہ الفرقان جاری کروایا ہے۔ اس طرح انہیں سال بھر تبلیغ کا ثواب ملتا رہے گا۔ جزاہ اللہ خیراً۔ یہ ایک قابلِ تقلید مثال ہے ــــ آپ بھی اپنے رشتہ داروں یا دوسرے طالبانِ حق کے نام الفرقان جاری کروا کر ثواب حاصل فرمائیں ÷

(مینجر الفرقان ربوہ)

ایک پادری صاحب کے سوال کا جواب

کسی گناہ گار عیسائی کی نجات ممکن نہیں!

گزشتہ الفرقان (جولائی ۱۹۶۵ء) کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا گیا تھا کہ ہر گنہگار عیسائی ضرور اس جہنم میں جائے گا جو عیسائی عقیدہ کے رُو سے ابدی اور نہ ختم ہونے والا ہے کیونکہ موجودہ اناجیل کے مطابق کفارہ پر ایمان لانے سے صرف گزشتہ گناہ ہی معاف ہوتے ہیں۔ ایمان لانے کے بعد جو گناہ کیا جائے اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے عیسائی بننے کے بعد کوئی گناہ نہیں کیا۔ پس ثابت ہے کہ عیسائی عقیدہ کی روشنی میں کسی عیسائی کو نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

اس استدلال پر ایک پادری صاحب نے جنہیں عام طور پر گالیاں دینے اور لایعنی باتیں کرنے کی عادت ہے ایک معقول سوال کیا ہے لکھتے ہیں کہ:۔

"کن آیات سے یہ مطلب اخذ کیا کہ صرف گزشتہ گناہ بخشے جائیں گے اگر بعد میں کوئی گناہ ہو گیا تو اس کا کوئی کفارہ نہیں۔"

جواباً گزارش ہے کہ ہمارا استدلال اناجیل کے دو واضح اقتباسات پر مبنی ہے۔ پڑھئے لکھا ہے کہ:۔

(۱) "جن لوگوں کے دل ایک بار روشن ہو گئے اور وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے اور روح القدس میں شریک ہو گئے اور خدا کے عمدہ کلام اور آئندہ جہان کی قوتوں کا ذائقہ لے چکے۔ اگر وہ برگشتہ ہو جائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے اسلئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ صلیب دیکر علانیہ ذلیل کرتے ہیں۔" (عبرانیوں $\frac{۶}{۴-۶}$)

(۲) "حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھا لیگی۔"

(عبرانیوں $\frac{۱۰}{۲۶-۲۷}$)

اِن انجیلی بیانات سے ظاہر ہے کہ گناہ گار عیسائی کے لئے نجات ناممکن ہے۔ نہ مسیح کو دوبارہ صلیب دیا جا سکتا ہے اور نہ اس گناہ گار کو توبہ کے لئے نیا بنایا جا سکتا ہے۔ اب اس گناہ گار عیسائی کے لئے کوئی قربانی باقی نہیں رہی بلکہ وہ ہمیشہ کی غضبناک آتش میں جلے گا۔ عیسائی صاحبان اپنے انجام پر غور فرمالیں۔ ہمارے نزدیک موجودہ عیسائیت کے غلط عقیدہ کفارہ کے رُو سے کسی کی نجات ممکن نہیں۔ اب نجات صرف اسلام میں ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خوب فرمایا ہے ؎

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ؛ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ ؛

جستجو!

(محترم جناب نسیم سیفی صاحب ربوہ)

درست ہے کہ خلا میں پہنچ چکا ہے مگر
بشر کے دل میں ابھی تک ہے جستجوئے بشر

تری ضیاء کہ ہر اک روشنی ہے اس کی دلیل
مری نگاہ کہ نظارگی ہے ننگِ نظر

خیالِ یار بھی ان کی طرح گریزاں ہے
خدا کرے کہ مری ہی دعا کا ہو یہ اثر

جو رات دن سے تو دن رات سے نکلتا ہے
خوشی غموں کا ثمر ہے تو غم خوشی کا ثمر

ہر ایک بات میں ہر شے میں فاصلے ہیں ضرور
ہر ایک لمحہ نئی رہ، ہر ایک لمحہ سفر

نہ وصل و ہجر کی باتیں نہ حسن و عشق کے رمز
نسیم یہ بھی غزل ہے مگر بطرزِ دگر

ضرورتِ مذہب!

(جناب پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے ربوہ)

(۱)

"ضرورتِ مذہب" کا موضوع اِس زمانے میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ دُنیا کے تمام مذاہب انسانی کردار پر کچھ نہ کچھ قیود اور پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں بنی نوع انسان جو مادیت کی رَو میں بہے چلے جا رہے ہیں تمام **قیود اور پابندیوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔** زیادہ سے زیادہ مادی انتفاع اور نفسِ امّارہ کی لذات کے حصول کے لئے اکثر انسان تمام پابندیوں سے کھُلی چھُٹی چاہتے ہیں۔ اِس وجہ سے ایسے انسانوں کا میلان اِسی طرف ہے کہ مذہب سے مکمل خلاصی حاصل کرلیں تا نفسِ لوّامہ یعنی کانشنس کی ملامت سے بکلّی آزاد ہو کر اپنا کجروی میں بے دھڑک مشغول رہیں۔

اِس وجہ سے اِس قسم کے لوگ آجکل یہ کہتے رہتے ہیں کہ مذہب کی کوئی **ضرورت** ہی نہیں۔ پس زیادہ تر مادر پدر آزاد ہو کر **لذاتِ** نفسانی میں مشغول رہنے کے لئے ہی یہ خیال ایجاد کیا گیا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے انسانی ذہن نے کئی بہانے بھی تراشے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ:-

(الف) پرانے زمانوں میں غیر متمدن، غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب اقوام کے لئے مذہب کی ضرورت تھی تا سوسائٹی کا صحت مند نظام قائم رہے۔ آجکل کے ترقی یافتہ زمانے میں مذہب کی ضرورت نہیں۔

(ب) مذہب کے احکام کی پیروی محض ضیاعِ وقت ہے خصوصاً آجکل کے ایٹمی دَور میں جبکہ ایک ایک منٹ میں علم برق رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔ اِس زمانے میں جو قوم مذہب کی پیروی کرے گی وہ اُس قوم سے علم اور ترقی کی دَوڑ میں کہیں پیچھے رہ جائے گی جو اِن "توہمات" سے آزاد ہے۔ ایسی باتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مذہب کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ایک غیر مفید بلکہ نقصان رساں امر ہے۔

معزز قارئین! یاد رہے کہ مذہب سے ہماری مراد وہ مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویدار ہو اور دنیا کی ہدایت کا مدعی ہو۔ ورنہ مذہب کے معنیٰ راستہ کے ہیں اور ہر شخص اپنے مخصوص خیالات و کردار کے لحاظ سے کسی نہ کسی راستہ پر گامزن ہوتا ہے جسے وہ اپنا مذہب قرار دیتا ہے۔ پس ہماری مراد مذہب سے

وہ الہامی مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویدار ہے۔

اگر مذہب کی ضرورت اور پھر اس کی حقانیت ثابت ہو جائے تو معترضین کے مندرجہ بالا قسم کے اعتراضات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ اعتراضات کا جائزہ لیا جائے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا دنیا کو فی الواقع کسی الہامی مذہب کی ضرورت ہے یا نہیں نیز کیا اس سے دنیا کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں؟

۱۔ عالمگیر اخوّت و امن کا قیام صرف مذہب کے ذریعہ ہی ممکن ہے

اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا فکری و نظری اعتبار سے دو حصّوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک طرف کمیونسٹ خیالات کے لوگ ہیں تو دوسری طرف فردی آزادی و جمہوریت کے علمبردار ہیں۔ اقوامِ عالم ایٹمی ہتھیاروں پر خواہ کتنی ہی پابندیاں کیوں نہ لگا لیں جب تک بین الاقوامی سطح پر انسانوں میں اخوّت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے اُس وقت تک جنگ اور بدامنی کا خطرہ ہمارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ قوموں نے اپنی نیشنلزم اور اس کے مخصوص پیغام کو ہی اپنا "خدا" بنا لیا ہے۔ وہ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہیں۔ گزشتہ دنوں کیوبا کے مسئلہ پر دنیا کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ قومیں ایک دوسرے سے بدظن ہیں۔ روسی امریکیوں پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ امریکی روسیوں کی ماننے کے لئے تیار ہیں آجکل ویت نام کا مسئلہ عالمگیر جنگ کے خطرہ کا موجب بنتا نظر آتا ہے۔ غرض کمیونزم اور جمہوریت والے دونوں کیمپوں کے نظریات (ideologies) میں مشرق و مغرب کا اختلاف ہے۔

ایسی صورتِ حال میں اگر ہم مذہب کا پرچار کریں اور دونوں قوموں کو یہ یقین دلا سکیں کہ یہ پیغام جو مذہب کے نام پر آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے یہ نہ روس کی ایجاد ہے نہ امریکہ کی بلکہ یہ اُس خدا کا کلام ہے جو ربّ العالمین یعنی تمام اقوامِ عالم کا پیدا کرنے والا ہے تو قوی امکان ہے کہ اتحاد کی صورت پیدا ہو سکے۔ پس اخوّتِ اقوامِ عالم یا اخوّتِ بنی نوعِ انسان توحید کے عقیدے کی قبولیت پر منحصر ہے کہ تمام انسان ربّ العالمین خدا کو اپنا آسمانی باپ قرار دیکر بھائی بھائی بن جائیں اور آپس کے اختلافات کے وقت اُسی آسمانی باپ کے بتائے ہوئے طریق سے انہیں حل کریں۔

اس وقت ہر قوم حقیقی نیکی و فلاح اپنی کامیابی اور برتری کو سمجھتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اگر جھوٹ بولنا پڑے، ظلم کرنا پڑے، عدل و انصاف اور انسانیت کا خون بھی کرنا پڑے تو یہ انکے نزدیک جائز ہے۔ قولی طور پر اگر نہ بھی ہو مگر عملی طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔

ایسی صورتِ حال میں اگر ہم بنی نوعِ انسان کو یہ یقین دلا سکیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی شروع ہونے والی ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں

اور اس زندگی میں راحت و آرام، فلاح و کامیابی اُسی فرد اور اُسی قوم کو حاصل ہوگی جس نے اپنی اس دنیوی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور انسانیت کی خدمت میں گزارا ہوگا تو قوی امکان ہے کہ بنی نوع انسان کو ظلم سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اور فردی، قومی اور بین الاقوامی تمام سطحوں پر اخلاقی اقدار کو قائم کرتے ہوئے زندگی گزارنی شروع کر دیں۔

اگر قوموں میں اختلاف و جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے تو صرف یہ دیکھا جائے کہ حق و انصاف کس طرف ہے اور ظالم قوم کو طوعاً یا کرہاً اس کی طرف لایا جائے۔

ہم اس وقت اُن تمام مذاہب کی نمائندگی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں صرف اسلام کو پیش کریں گے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اسلام ہی مذہب کی طرف سے ہر حال اور ہر زمانے میں کامیاب مدافعت کر سکتا ہے اس لئے لامذہبیت کے مقابلے میں مذہبی تعلیم کی مثال نمونۃً اسلام سے ہی لی جائے گی۔ ورنہ جہاں تک موٹی موٹی اخلاقی تعلیم کا تعلق ہے وہ سب آسمانی مذاہب میں مشترک ہے۔ مثلاً بین الاقوامی اختلافات کے حل کے لئے مذہب اسلام نے اعلیٰ درجے کی تعلیم پیش کی ہے۔ اگر دنیا اس تعلیم پر ۱۹۱۴ء میں ہی عمل کر لیتی تو دوسری عالمگیر جنگ نہ ہوتی اور اس کے بعد موجودہ بدامنی کا دور بھی نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا
فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی
الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ
تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ
اللّٰہِ۔ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا
بَیْنَھُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا۔
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ
فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ
وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝ (الحجرات ع)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح کرا دو۔ پھر اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو سب مل کر اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان دونوں لڑنے والوں میں صلح کرا دو اور انصاف کو مدّنظر رکھو یعنی صلح کراتے وقت اپنے فوائد یا نقصانات کی تلافی کو سامنے نہ رکھا کرو۔ صرف اصل مسئلہ کا فیصلہ کروایا کرو۔ کیونکہ تمہارا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو ہی پسند

کرتا ہے۔ مومنوں کا رشتہ (یعنی خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والے افراد یا اقوام کا رشتہ) آپس میں صرف بھائی بھائی کا ہے۔ پس اسی نقطۂ نگاہ سے تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان جو آپس میں لڑتے ہوں صلح کرا دیا کرو۔ مگر یاد رکھو کہ تم سب کا آسمانی باپ، مالک اور خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اپنے کسی بھائی کے لئے عدل و انصاف سے ہٹنا اور اپنے آسمانی باپ کو ناراض کر لینا بہت بڑے خسارہ کا موجب ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور وہ آسمانی آقا تمہیں سب مشکلات سے نجات عطا فرمائے۔

یہ وہ تعلیم ہے جو خدا تعالیٰ کے نام پر ایک مذہب پیش کرتا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ یہ تعلیم تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ اگر ہم دنیا میں مذہب کی حکومت قائم کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان پیدا کر دیں تو یقیناً تمام اقوام اپنے قومی نقصان کو برداشت کر کے بھی اس خدا کو راضی کرنے کی خاطر اس کی طرف سے نازل ہونے والے ضابطۂ اخلاق کی پابندی کریں گی۔

پس ظاہر ہے کہ موجودہ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہونا عظیم الشان اور سریع الاثر طریق پر اقوام عالم کو ایک وحدت اور عالمگیر اخوت کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔

اگر مذہب کو مان لیا جائے تو اختلاف کے وقت امریکہ کو یہی فکر ہوگا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔ روس کو بھی یہی فکر ہوگا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ضابطۂ اخلاق پر عمل کرنا ہے۔ کیونکہ بنی نوع انسان بھائی بھائی ہیں جو ایک ہی آسمانی باپ کے سائے تلے رہ رہے ہیں۔

قارئین کرام! غور کیجئے کہ آجکل کی بدامنی کی فضا میں بین الاقوامی سطح پر ایک ضابطۂ اخلاق کی کس قدر شدید ضرورت ہے۔ کیا ایک رب العالمین پر ایمان لائے بغیر اخلاقی اقدار کو ہر حالت میں بلند رکھنا فردی یا قومی نقصان کے باوجود ممکن ہے؟ اگر ہمارا کوئی خدا نہیں اور اس کی خوشنودی ہمارا مطلوب نہیں، اس کی صفات میں رنگین ہونا ہمارا مقصدِ حیات نہیں، اور کوئی اگلا جہان نہیں جہاں ہمیں اپنے کاموں کی اچھی یا بُری جزا ملے گی تو پھر آخر اخلاق کے کسی ضابطہ پر عمل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ دنیا کو اگر جنگ سے تباہ کر دیا جائے تو آخر حرج ہی کیا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بغیر اخلاق قائم نہیں ہو سکتے۔ نہ فردی سطح پر نہ بین الاقوامی سطح پر۔ اور بغیر اخلاق کی پیروی کے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اب دانشمندانِ عالم خود ایک اخلاقی ضابطہ یا مذہب کی ضرورت کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔

۲۔ مذہب دلوں کی اصلاح کرکے تمام ظاہری و باطنی فسادات کی حقیقی اصلاح کرتا ہے۔

انسانی فطرت اس طرز پر واقع ہوئی ہے کہ جب تک نفسِ انسانی کی تربیت نہ کرلی جائے۔ وہ ایسے ناسمجھ بچے کی طرح ہوتا ہے جو نیکی بدی، بھلائی یا بُرائی میں کچھ بھی تمیز نہیں کرسکتا اور اندھا دُھند بغیر عواقب کی پرواہ کئے اپنی گری ہوئی خواہشات کی تسکین چاہتا ہے۔ اگر نفسِ انسانی کو خواہشات کی اِس اندھا دھند تقلید میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو ہر شہر و قصبہ فتنہ و فساد کے طوفان سے تباہ ہوجائے۔ اِسی لئے دنیا کی متمدن حکومتیں قوانین نافذ کرتی ہیں تا بُردل کو بُرائی سے جبراً روکا جاسکے۔ اِسی طرح تعلیم کے ذریعہ سے نفوسِ انسانی کی تربیت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ دنیا میں حکومتوں کی طرف سے **قوانین کا نفاذ** بھی مذہب کی ضرورت کو ثابت کردیتا ہے لیکن قوانین ملکی معاشرہ و تمدن کی خرابیوں اور فسادات کو صرف نامکمل اور جزوی طور پر روکتے ہیں۔ جرائم پیشہ انسان قانون کے مؤاخذہ سے بچنے کے لئے ہزاروں تدابیر سوچ لیتے ہیں۔ آجکل جو ہمارے معاشرہ کی حالت ہے ذرا اِسی کا جائزہ لیں کہ حکومتوں کے قوانین اور احتساب نے کس حد تک جرائم کو روکا ہے۔ کیا محکمہ انسدادِ رشوت ستانی سے رشوت ختم ہوگئی ہے؟ کیا پولیس کے محکمے کی وجہ سے چوری، قتل اور اغوا کی وارداتیں بند ہوگئی ہیں؟

سرکاری محکمہ جات کی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ظاہری قوانین صرف جُزوی اصلاح کرتے ہیں اور وہ بھی اُس وقت جبکہ قوانین نافذ کرنے والے حکّام خود اصلاح یافتہ اور نیک نیّت ہوں۔ **اصل اصلاح مذہب ہی کرتا ہے کیونکہ مذہب کی حکومت** دل پر ہوتی ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ دنیا کی حکومتیں امتناعِ شراب کے قوانین بناتی ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِس قسم کا کاروبار خفیہ طور پر شروع ہوجاتا ہے اور پہلے سے بھی بڑھ کر شراب نوشی کی جاتی ہے مگر آیئے آج سے تیرہ سو سال قبل کے زمانہ میں آپ کو مدینہ منوّرہ کی گلیوں میں لے جاؤں تا آپ بھی دیکھیں کہ وہاں اِس سلسلہ میں کیا **عجیب ماجرا** ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے بعض شراب کی حرمت کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے شراب پیتے تھے۔ ایک دن اِسی طرح ایک مکان میں شراب کا دَور چل رہا تھا کہ باہر سے منادی کی آواز آئی کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن کی آیات اُتری ہیں اُن میں شراب حرام کردی گئی ہے۔ یہ آواز سُنکر صحابہؓ چونک پڑے ایک نے کہا کہ دیکھنا باہر شراب کی حرمت کے متعلق یہ کیا منادی ہورہی ہے۔ اِس پر دوسرے ساتھی نے کہا کہ اعلان کی تفاصیل تو بعد میں معلوم کرینگے

پہلے شراب کے مٹکے توڑ لیں۔ اس پر ایک ایک کر کے انہوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے۔ کہتے ہیں کہ اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں کی نالیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ امتناعِ شراب کی کوششوں میں آخر یہ فرق کیوں ہے؟ صرف اسی لئے کہ مدینہ منورہ والا حکم اس خدا کی طرف سے نافذ کیا گیا تھا جو دلوں پر حکومت کرتا ہے اور جب دل مفتوح ہو جائے تو باقی جسم و جوارح خود بخود مفتوح ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ہم ایک مثال اور پیش کرتے ہیں۔ آجکل دو ملکوں میں جب جنگ ہوتی ہے تو ایک ملک کی فوج دوسرے ملک کے کچھ علاقہ پر قبضہ کر لیتی ہے تو وہاں کے باشندوں سے نہایت وحشت و بربریت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ نہ کسی کی جان سلامت ہوتی ہے نہ عزت۔ عورتوں کی عصمتیں لوٹی جاتی ہیں اور انسانی خون کو ہاں نہتے اور بے گناہ انسانوں کے خون کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ مگر آج سے تیرہ سو سال پہلے جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قیصرِ روم کی عیسائی افواج سے مسلمانوں کی ٹکر ہو رہی تھی تو جنگی ضرورت کے تحت مسلمانوں کو اپنا کچھ مفتوحہ علاقہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ مسلمانوں نے پیچھے ہٹتے وقت کیا کیا؟ انہوں نے وہاں کے عیسائی باشندوں کو بلا کر ان سے وصول کردہ سب ٹیکس واپس کر دیئے اور کہا کہ ہم اب آپ کی جانوں اور اموال کی حفاظت نہیں کر سکتے اور آپ سے یہ ٹیکس اسی لئے وصول کئے گئے تھے کہ ہم نے آپ کی جانوں اور اموال کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا تھا۔ چونکہ ہم اب اس ذمہ داری کو ادا نہیں کر سکتے لہٰذا آپ کے تمام ٹیکس واپس کئے جاتے ہیں۔ اس وقت جب اسلامی افواج عیسائیوں کے شہر کو خالی کر کے واپس ہو رہی تھیں عیسائی بوڑھے، عورتیں اور بچے اور جوان رو رہے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خدا تمہیں ہمارے شہر میں جلد واپس لائے کہ تم انصاف کرتے ہو اور ہمارے اپنے ہم مذہب عیسائی حکام اور ان کی افواج ہم پر مظالم توڑتے ہیں۔ مقامِ غور ہے کہ آجکل کے متمدن و مہذب کہلانے والے زمانے کی وحشت و بربریت کے مقابلے میں چشمِ فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا ہے! آخر ایسا ہونا کس طرح ممکن ہو گیا؟ صرف اور صرف مذہب کی وجہ سے جو انسان کے دل پر حکومت کرتا ہے۔

پھر مذہب دل پر جبری حکومت نہیں کرتا بلکہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ ان احکام کے ماننے میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ آخری انجام کے لحاظ سے بھی اور قریب میں پیش آنے والے حالات کے لحاظ سے بھی۔ پس مذہب ہمارے دلوں میں قوانین کی اطاعت کا شوق بھی پیدا کرتا ہے اور ہم شرحِ صدر سے مذہب کے بتائے ہوئے طریق پر چلتے ہیں خواہ ہمیں شدید سے شدید اذیتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

پس ظاہری ملکی قوانین صرف جسم پر ادھوری حکومت کرتے ہیں لیکن مذہبی قوانین دل اور جسم دونوں پر کامل حکومت کرتے ہیں۔ بلکہ ایسی حکومت کرتے ہیں کہ

ان کی اتباع کرنے والے ان احکام کی پیروی میں ہی اپنی زندگی کی راحت و لذت محسوس کرتے ہیں۔ اسی لئے دنیا کے قانون بنانے والے دوسروں کے لئے تو سخت سے سخت قوانین بنا دیتے ہیں لیکن بسا اوقات خود اُن پر عمل نہیں کرتے اور اپنے آپکو اُن سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ لیکن مذہبی قوانین کو لانے والے انبیاء کرام اور رشی مُنی اپنے لائے ہوئے قوانین پر سب سے بڑھ کر خود عمل کرتے ہیں بلکہ اپنے آپکو دوسرے لوگوں کے لئے بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کہ دیکھو اِن قوانین پر عمل کرکے ہم نے اپنی زندگیوں میں کیسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر لیا ہے۔ اے دنیا کے لوگو! تم بھی اگر اس راستہ پر چلو گے تو اسی قسم کا انقلاب تمہاری زندگیوں میں بھی پیدا ہو جائیگا جس طرح ہم روزِ جزا سرخرو ہوں گے اسی طرح تمہاری کیفیت ہوگی جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں تم بھی مقرب بن سکتے ہو۔ گویا مذہب اپنے حقیقی علمبرداروں کے خلوصِ نیت، مقناطیسی اثر و جاذبیت اور ان کے معجز نما اخلاق کے اثر سے قلبِ انسانی کی کایا پلٹ دیتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ دنیا میں حقیقی اصلاح قوانین کے نفاذ سے نہیں ہو سکتی بلکہ مذہبی قوانین کے نفاذ اور اُن کی مقبولیت سے ہی ہوتی ہے۔ ظاہری قوانین دل اور نیت پر فتویٰ نہیں لگاتے مگر شریعت کا قانون انسان کے ارادہ، دل اور نیت پر حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے دلوں کو بھی بُرے جذبات اور خیالات سے پاک رکھو۔ مذہب کہتا ہے کہ جس شخص نے اپنے دل میں گندے خیالات کی پرورش کی اور نشو و نما دی اس نے اپنی رُوح کو بیمار کر لیا۔ وہ توبہ کرے اور اس کا علاج کرے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مذہب کو دُنیا سے ختم کر دیا جائے تو دنیا سے نیکی کا وجود مٹ جائے گا۔ دنیا میں ضلالت و گمراہی کا طوفان اپنی انتہائی شدت اختیار کرے گا۔ آجکل کے متمدن کہلانے والے معاشرہ کے فساد اور انکی گراوٹیں اس حقیقت پر شاہد ناطق ہیں۔ کیونکہ اِن تمام خرابیوں کی جڑ یہی ہے کہ نوعِ انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور اپنے خیالات و جذبات کے ساتھ دنیا پر ہی گر گئے۔ پس یہی وہ زمانہ ہے جس میں مذہب کی اشد ضرورت ہے تا دنیا امن و چین اور سُکھ کا وہی نمونہ دیکھے جو اس نے بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام، رامچندر، کرشن اور گوتم بدھ علیہم السلام کے وقت میں دیکھا تھا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور اپنے سچے دین کی طرف لوگوں کے دلوں کو پھیر کر بنی نوعِ انسان کے تمام دُکھ دُور کر دے اور انہیں حقیقی امن، اصلاح اور نیکی سے ہمکنار کر دے۔ آمین

(جاری ہے)

حاصل مطالعہ

(جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

۱۔ اُمت میں کمالاتِ نبوّت

استاذ الحدیث مولوی محمد بدر عالم صاحب رفیق ندوۃ المصنفین اپنی کتاب "ترجمان السنۃ" (جلد اوّل) میں مسئلہ ختم نبوّت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ ختم نبوّت کو کمالات کے ختم کے ہم معنیٰ سمجھ لیا گیا ہے۔ کمالات و برکات کا خاتمہ بلاشبہ محرومی اور بڑی محرومی ہے مگر یہ روایات سے ثابت ہے کہ اُمّتِ مرحومہ کے کمالات تمام امتوں سے زیادہ ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو بھی اس امت کے کمالات سُن کر تمنا ہو سکتی ہے کہ وہ بھی اس امت کے ایک فرد ہوتے۔ نسیم الریاض کی شرح میں حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ جو شخص احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر کے میرے پاس آئے گا میں اُسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ انہوں نے عرض کیا یہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ ارشاد ہوا یہ وہ ہیں جن سے زیادہ مجھے اپنی مخلوق میں کوئی عزیز نہیں۔ زمین و آسمان سے قبل ہی مَیں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ساتھ عرش پر لکھ دیا تھا اور یہ بات طے کر دی تھی کہ جب تک وہ اور اُن کی اُمت جنت میں داخل نہ ہو لیں کوئی اور جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ تُو مجھے اس امت کا نبی بنا دے ارشاد ہوا کہ اس کا نبی تو خود ان ہی میں سے ہوگا۔ عرض کیا اچھا تو پھر اس نبی کی امت ہی میں بنا دے۔ ارشاد ہوا کہ تم ان سے پہلے ہو وہ تمہارے بعد آئیں گے البتہ مَیں اپنے دارِ جلال میں تمہیں ان کے ساتھ جمع کروں گا۔

مسند ابو داؤد، طیالسی و احمد اور ابو یعلیٰ میں ہے کَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ كُلَّهَا (یعنی) یہ امت مجموعی اعتبار سے بلحاظ کمالات انبیاء ہونے کے قریب ہے۔۔۔۔ پس پہلی امتوں

کا ایسا کوئی کمال نہیں ہے جو اس امت کو نہ ملا ہو۔ ہاں اس امت کے بہت سے ایسے خصائص ہیں جن سے پہلی امتیں محروم ہیں"۔

(صفحہ ۴۲۴ - ۴۲۵)

تعجب کی بات ہے کہ امتِ محمدیہ کو کمالاتِ نبوت میں تو اس درجہ فیضان عطا کیا ہو کہ اس کا ہر فرد نبی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر مقامِ نبوت قیامت تک کسی ایک امتی کو بھی حاصل نہ ہو سکے!

۲ - طیورِ ابراہیمی کی حقیقت

مشہور اہلحدیث عالم میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں:-

"طیورِ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت خاکسار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ حقیقتاً زندہ دکھائے گئے تھے لیکن قرآن شریف کے الفاظ میں اس کا فیصلہ قطعی نہیں ...... اسلئے فریقِ ثانی اگر یہ کہے کہ زندہ جانوروں کو بلا کر سمجھایا گیا تھا کہ جس طرح یہ جانور تم سے مانوس ہو کر تمہارے بلانے سے دوڑے چلے آتے ہیں اسی طرح مُردے ہمارے حکم سے جی اٹھیں گے تو یہ بعید نہیں کیونکہ محسوسات سے معقولات کی تفہیم قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سوال کیف یأتیک الوحی کے جواب میں فرمایا تھا کہ احیانا یأتینی مثل صلصلة الجرس تو یہ گھنگرو کی آواز سے تشبیہ محض تفہیم کے لئے تھی کہ سائل اس سے آشنا تھا ورنہ وحی کی حقیقت دیگر ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ سوال کیف تحی الموتیٰ کے جواب میں بھی معروف صورت بتلائی جس سے سائل واقف ہے جس کی دو قرائتیں ہیں۔ اوّل بضم صاد جو معروف و متواتر ہے اور اس کے معنے مائل کرنے اور سدھانے کے ہیں۔ دوسری بکسر صاد جس کے معنے قطع کرنے کے ہیں (تفسیر معالم) پس جس نے صرف سدھانا مراد لیا اس نے قرأتِ متواترہ کی بنا پر کہا اور جس نے قطع کرنا وغیرہ مراد لیا اس نے دوسری قرأت کی بنا پر کہا۔ لہذا کسی فریق پر الزام نہیں۔ تفسیر جلالین میں بھی اس کے معنے أَمِلْهُنَّ لکھے ہیں اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی یہ ترجمہ کیا ہے "پس ہلا ان کو"۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل ص۱۱ شائع کردہ مکتبہ اشاعتِ دینیات موہن پورہ بمبئی ۱۱)

۳ - "علماء" کے دو فتوے

(الف) "دوسرے کی کنیز شرعی اگر ان کے سر تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلا دے تو اس کا پیٹ پیچھے ملے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو ..... اگر عورت بہت ضعیفہ بڑھیا

ہے کہ محلِ فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف ابدا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے ..... اس کے پاؤں چھونے سے اس عورت کو منت ذکی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو۔ (العطایا النبویہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸ مصنفہ "حضور پُرنور عظیم البرکۃ امام اہلسنت قامع بدعت ..... مولوی شاہ احمد رضا خان")

(ب) "دیجوز ان یمسّ منہ ما یجوز ان ینظر الیہ من محارمہ ... و ... متلہ" (فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد دوم صفحہ ۱۰۲ از مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی)

۴۔ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

"بیان الاخلاق" (مؤلفہ مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی۔اے خطیب مسجد لاہور) سے ایک اقتباس:۔

"لاہور میں آریہ سماجیوں کی ایک مشہور دانش گاہ بنام ڈی۔اے۔وی کالج تھی۔ اس کالج کے پرنسپل لالہ ہنسراج بڑے عمیق النظر و افضل تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے لیکچر میں بیان کیا۔ یہ تاریخی مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اسلام کیا وجہ ہے کہ از بس قلیل عرصے میں تین براعظموں میں پھیل گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانی مذہب اپنی عالمگیر اشاعت کے لئے تیغ و سنان کا رہین منت ہے۔ مگر یہ دعوٰی کسی ٹھوس حقیقت پر مبنی نہیں اصلیت یہ ہے کہ اس دین کے پھیلاؤ کا بنیادی سبب مسلمانوں کے ہادی اور نبی کریم کا یہ ارشاد ہے۔ جہاں کہیں جاؤ اگر تمہیں میری ایک ہی حدیث آتی ہو اپنی ہر محفل میں اس کا تذکرہ کرو۔ جہاں دیگر مذاہب کے پرچارک (مبلغین) خاص افراد ہیں پیغمبر اکرم نے اپنے ہر ایک امتی کو مبلغ بنا دیا۔" (صفحہ ۲)

۵۔ آنحضرتؐ کی شانِ مسیحائی

اسی کتاب (بیان الاخلاق) میں لکھا ہے:۔

"حضرت مسیح کا ارشاد ہے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ شجرِ نبوی کے ایک پھل تھے۔ آپ کو فاروقِ اعظم، فاتحِ اعظم، مدبرِ اعظم، شریعتِ اسلام کا خادمِ اعظم، نبی کریمؐ کے فیضِ نظر نے بنایا۔ سچ ہے

درفشانی نے تری قطرے کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

(ایضاً صفحہ ۱۰۸)

۶۔ ایک احمدی ادیب کی خودنوشت سوانح

پٹنہ یونیورسٹی کے پروفیسر اختر اورینوی برصغیر پاک و ہند کے مشہور ادیب ہیں۔ "نقوش" آپ بیتی نمبر

نے آپ کے قلم سے مختصر سوانح شائع کئے ہیں۔ جن کا ایک حصہ بطور نمونہ ہدیۂ قارئین ہے۔ غور فرمائیں کہ اس مایۂ ناز احمدی ادیب کے دل میں جہاں اُردو کی خدمت کا بے پناہ جذبہ موجود ہے وہاں اس کی نگاہ میں مذہبی اور دینی اقدار کی کس قدر اہمیت ہے!!

"سخت جان ہوں یا صابر نہیں معلوم لیکن ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ استقامت راہ میں میرے والدین کی تربیت اور ان کی بخشی ہوئی تعلیم نے بڑی مدد کی ہے۔ میرے ایک عزیز دوست پروفیسر معین الدین دردائی نے اپنی ایک کتاب "جلوے" میں لکھا ہے کہ مذہب اختر کا کور ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے مذہب، بات بات میں مذہب"..... میری فطرت میں مجاہدہ ہے..... تحریک احمدیہ اسلامیہ میں حضرت امام جماعت ایدہ اللہ کے ہاتھ پر زندگی وقف کی تھی کہ خدمتِ اسلام کروں گا لیکن جب بسلسل بیمار پڑتا رہا تو حضور نے فرمایا کہ جو کام تم کر رہے ہو وہی وقف شمار کیا جائے گا۔ اس سے ایک نتیجہ نکلتا ہے امام جماعت جہاں کھڑا کر دے وہیں کھڑے رہنا فرض ہے اور جنگِ اُحد میں درّے کی حفاظت بھی جہاد ہے۔ صرف تلوار چلانا جہاد نہیں خدمت اور اطاعت جہاد ہے۔ اگر میں اپنا دُرّہ چھوڑ کر بھاگوں تو مجرم ہوں گا... میرے پردادا سید عنایت حسین نے حضرت سید احمد بریلویؒ سے بیعت کی تھی..... ابا جان سید وزارت حسین اور چچا جان سید ارادت حسین نے حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کی تحریک احیائے اسلام کو بہ دل و جان قبول کیا اور میرے گھر میں احمدیت آگئی۔ اس سے مذہبی فضا اور گہری ہو گئی۔ ہر وقت قرآن و حدیث کے تذکرے رہنے لگے اور فتح اسلام کی دعائیں مانگی جانے لگیں.....

..... شکر ہے کہ میں محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوں۔ پٹنہ کالج میں تعلیم بھی حاصل کی تھی اور وہیں معلّم بھی بنا۔ آج پٹنہ یونیورسٹی میں اُردو کا یونیورسٹی پروفیسر ہوں اور شعبے کی صدارت میرے سپرد ہے۔ رشید احمد صدیقی کو علی گڑھ یونیورسٹی پیاری ہے مجھے پٹنہ یونیورسٹی عزیز ہے۔ یہی میرا نشیمن بھی ہے اور جولاں گاہ بھی... ... میرے لئے نشاطِ کار کی یہ سب سے بڑی دولت ہے اور میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اردو میری محبت ہے، اُردو میرا ایمان ہے۔ اُردو زندہ باد۔"

(صفحہ ۱۰۹۷ تا ۱۱۰۰)

مکتبہ الفرقان ربوہ

آپ کو سلسلہ احمدیہ کی جو کتاب مطلوب ہو آپ اس مکتبہ سے طلب فرمائیں۔ فہرست کتب ایک کارڈ پر بھیجی جاتی ہے (مینیجر)

گیارہ سوالات اور ان کے مختصر جوابات

جناب بابو سعادت علی صاحب پوسٹماسٹر جمرود (پشاور) نے مندرجہ ذیل سوالات ارسال کئے ہیں انہیں ان کے الفاظ میں ہی درج کر کے مختصر جوابات دیئے جاتے ہیں ——— (ابوالعطاء)

سوال ۱:۔ "اگر جناب مرزا صاحب نبوت کا اعلان نہ کرتے تو اس سے مسلمانانِ عالم کو آپ کے خیال میں کیا نقصانات درپیش ہو سکتے تھے؟"

الجواب۔ بعینہٖ وہی نقصانات، مگر وسیع پیمانے پر درپیش ہو سکتے تھے جو انیس سو سال پیشتر حضرت مسیح ناصری کے نبوت کا اعلان نہ کرنے سے بنی اسرائیل کو درپیش ہونے ممکن تھے۔

سوال ۲:۔ "جناب مرزا صاحب کے اعلانِ نبوت سے مسلمانانِ عالم کو کیا کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ کیا ان فوائد میں آپ کا فرقہ منفرد حیثیت رکھتا ہے؟"

الجواب۔ چند فوائد بطور مثال ذکر کرتا ہوں۔ اوّل اس بات پر کامل یقین پیدا ہوا کہ خدائے اسلام زندہ خدا ہے جو اپنے پیارے بندوں سے آج بھی بولتا ہے۔ دوم اس ایمان میں اضافہ ہوا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افضل اور اکمل رسول ہیں کہ آپؐ کی پیروی سے اُمتی نبوت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ سوم قرآن مجید کی زندہ غیر معمولی قوتِ قدسیہ پر ایمان تازہ ہوا۔ چہارم قرآن مجید کی حقیقی تفسیر معلوم ہوئی۔ دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے جوابات اور علماء کے غلط تفسیری حواشی اور بے بنیاد عقائد کی تصحیح کا علم حاصل ہوا۔ پنجم ملائکہ کی ہستی پر تازہ ایمان پیدا ہوا بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے شیریں کلام کے سُننے کا موقعہ ملا۔ ششم اسلام کے عالمگیر طور پر اشاعت پذیر اور غالب ہونے پر زندہ اور عملی ایمان پیدا ہوا۔ ہفتم فروعی اختلافات کو "حَکَم" عدل کے ذریعہ حل کرا کر علماءِ اسلام فرقہ بندی سے نجات پانے اور ایک ہاتھ پر جمع ہونے کا موقعہ میسر آیا۔ ہشتم اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے صحیح راستہ کو اختیار کر کے اقامتِ دین کا وہ طریق مل گیا جو انبیاء علیہم السلام اختیار کرتے رہے ہیں۔ نہم خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ سے سرفراز ہونے کا موقعہ میسر آیا۔ دہم خدا کے فرستادہ کے ذریعہ اخوتِ ایمانی کے رنگ سے رنگین ہو کر خدمتِ دین کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح مال و جان سے جہاد کرنے اور اکنافِ عالم میں اسلام کو پھیلانے کا ثواب حاصل ہوا۔

یہ دس فوائد مثالاً ذکر کئے ہیں ورنہ فوائد بے شمار ہیں اور تمام مسلمان کسی نہ کسی حد تک ان سے

استفادہ حاصل کر رہے ہیں البتہ کامل فائدہ کامل متبع ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال ۳۔ "یہ تو ظاہر ہے کہ جناب مرزا صاحب کے اعلان نبوت سے آپ کا درجہ اور بہشتی سہولتیں نبیوں جیسی ثابت ہو گئی ہیں لیکن بصورتِ دیگر اگر آپ نبوت کا اعلان نہ کرتے تو آپ کے درجہ اور بہشتی سہولتوں میں کیا کچھ کمی کا امکان ہو سکتا تھا؟"

الجواب۔ نبی اپنی نبوت کا اعلان درجے یا سہولتوں کیلئے نہیں کرتا وہ خدا کی طرف سے اعلان کے لئے مامور ہوتا ہے اور تعمیلِ حکم میں اعلان کرتا ہے حضرت میرزا صاحب نے فرمایا ہے ؎

حکم است ز آسمان بزمیں مے رسانمش
گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم

سوال ۴۔ "کیا ایک نبی کے نبی ہونے کا اعلان اس کے نیک اعمال یا راست علمیت میں زیادتی کا سبب بن سکتا ہے یا بصورتِ دیگر کمی کا؟"

الجواب۔ اعلان تعمیلِ حکم الٰہی اور اظہارِ حقیقت ہے جو بہرحال عظیم نیکی ہے فرض کی ادائیگی ہے۔

سوال ۵۔ "آپ کے نزدیک قرآنی مفہوم میں جناب حضرت خضرؑ اور ایک عام نبی کے درجہ میں کتنا فرق ہے کم ہے یا زیادہ؟"

الجواب۔ اگر حضرت خضرؑ غیر نبی ہیں تو ان کے اور نبی کے درجہ میں بڑا فرق ہے اور اگر وہ نبی ہیں تو بحیثیت نبی ان پر ایمان لانا ہمارا فرض ہوگا اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ درجات کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔

سوال ۶۔ "کیا حضرت خضرؑ نے نبوت کا اعلان کیا تھا؟"

الجواب۔ اگر انہوں نے اعلان نہیں کیا تھا تو وہ نبی نہ تھے کیونکہ نبی اپنی نبوت کا ضرور اعلان کرتا ہے ورنہ اس پر ایمان لانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا تو وہ یقیناً نبی تھے۔ تاریخی طور پر مجھے ان کے حالاتِ زندگی معلوم نہیں۔

سوال ۷۔ "آپ کے نزدیک شیعہ، سنی، مرزائی وغیرہ وغیرہ اسلامی فرقے اسلام کی تقویت یا تنزّل کا باعث ہیں؟"

الجواب۔ اسلام نے فرقے بنانے کی اجازت نہیں دی۔ صرف مامورین ربانی کو حق ہے کہ وہ باذنِ الٰہی اپنے متبعین کی جماعت قائم کریں اور انہیں جہادِ اسلامی کے لئے تیار کریں کسی غیر نبی کو اسلام میں اپنا الگ گروہ بنانے کی اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے گروہ اسلام کی تقویت کا باعث نہیں ہو سکتے۔ البتہ مامور کی جماعت تقویت کا موجب ہے۔

سوال ۸۔ "سوال ۲ میں اگر آپ کے فرقہ کی حیثیت منفرد مان لی جاوے اور ان حاصل کردہ فوائد کو سوال ۷ کے نقصانات کا قرآنی مفہوم میں وزن کیا جاوے تو کونسا پلڑا بھاری ہوگا؟"

الجواب۔ نبی کا وجود آسمانی نعمت ہے۔ اسکے ذریعہ فوائد ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ بیمار دل

فرمانِ باری یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا کے مطابق نقصان اُٹھالیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے ورنہ نبی کے فوائد کا پلڑا ہمیشہ ہی بھاری رہا ہے۔

سوال ۹: "مرزا صاحب کے اعلانِ نبوت سے ملتِ اسلامیہ کے فرقوں میں کمی ہوئی ہے یا زیادتی۔ نیز آئندہ ہر بار ہر نبی کے اعلانِ نبوت سے ملتِ اسلامیہ میں فرقوں کی زیادتی کا امکان ہے یا کمی کا؟"

الجواب۔ اگر لوگ سچے نبی کے اعلانِ نبوت پر اسے مان لیں تو "فرقوں میں کمی یا زیادتی" کا سوال باقی نہیں رہتا سب فرقے فوراً مٹ سکتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت کا اعلان نہ کرتے تا "امتِ اسلامیہ" میں "فرقہ" نہ پیدا ہوتا مگر سوال یہ ہے کہ امتِ اسلامیہ تو پہلے ہی فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور ائمہ کے نام پر فرقے بن چکے ہیں۔ اگر اس بنا پر نبی کا وجود ناقابلِ برداشت ہوگا تو اماموں کے وجود کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔

سوال ۱۰: "آپ کے نزدیک ہر آنیوالے نبی کو پہچاننے کا کیا معیار ہے؟ نیز جناب حضرت داتا گنج صاحب، جناب حضرت بابا پاک پٹن صاحب، جناب حضرت آدم بنوڑ صاحب وغیرہ وغیرہ جن کے کارنامے اور علم غیب اظہر من الشمس ہیں نے کیوں نبوت کا دعویٰ نہ کیا؟"

الجواب۔ نبی کی صداقت پرکھنے کے وہی معیار ہیں جو قرآن مجید میں مقرر ہیں۔ ان معیاروں کی تفصیل آپ میری کتاب تفہیماتِ ربانیہ فصل دوازدہم میں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ جن بزرگوں کے آپ نے نام لئے ہیں اگرچہ انہیں ذاتی طور پر کوئی علم غیب حاصل نہ تھا مگر ہم ان کے کارناموں کو تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی ہونے کا اسلئے دعویٰ نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا نہ تھا۔ نبی اللہ بناتا ہے خود بخود کوئی انسان نبی نہیں بن سکتا۔

سوال ۱۱: "جناب حضرت عمر فاروق رضؓ جن کے نبوت کے درجے کا اعلان جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے فرما دیا تھا اور یہ اعلان آپ نے سُن بھی لیا تھا لیکن پھر بھی آپ نے نبی ہونے کا اعلان نہ کیا۔ کیوں؟"

الجواب۔ ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبوت کے مقام سے سرفراز فرما کر اعلان کرنے کا حکم دیتا آپ تبھی اعلان کر سکتے تھے اسکے بغیر کس طرح اعلان فرما دیتے۔ آپ کو حدیث کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے نبوت کے درجے کا اعلان نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمرؓ واقعی نبی ہوتے تو آپ ہمیں بتائیں کہ وہ کیوں اعلان نہ فرماتے؟

ایک نہائت خوشکن خط

"مکرم و محترم مولانا صاحب! پشاور میں میرے دوست مسٹر عنایت مسیح اس بات پر آمادہ ہوئے ہیں کہ آپکے دس دلائل کا جواب وہ پادری صاحبان سے لیکر دینگے (دربارۂ صلیب حضرت مسیح) اسلئے عرض ہے کہ مجھے رسالہ الفرقان ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء کا پرچہ جلد از جلد بذریعہ وی پی ڈاک ارسال فرما دیں۔ راقم سید عباس بخاری"

الفرقان۔ محترم سید صاحب کو مطلوبہ نمبر برائے مسٹر عنایت مسیح بذریعہ رجسٹری ۲۲ جون ۶۵ء ارسال کر دیا گیا ہے۔

ثاقب زیروی

کی

نعتوں ○ غزلوں ○ نظموں

کا حسین مجموعہ

"شہابِ ثاقب"

قیمت علاوہ محصولڈاک صرف پانچ روپے

مکتبۂ "لاہور" بیڈن روڈ لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے

نور کاجل

○ آنکھوں کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
○ نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
○ آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
○ آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کرتا ہے۔
○ خارش، پانی بہنا، پھپھی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں!

قیمت فی شیشی عہ علاوہ محصولڈاک و پیکنگ۔

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ ربوہ

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

"الفردوس"

۸۵- انارکلی- لاہور

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، بیل، کافی تعداد میں موجود ہے!

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دے کر مشکور فرمائیں!!

- گلوب ٹمبر کارپوریشن، ۲۵۔ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور۔ فون ۶۲۶۱۸
- سٹار ٹمبر سٹور ——— ۹۰ فیروز پور روڈ لاہور
- لائلپور ٹمبر سٹور ——— راجباہ روڈ لائلپور۔ فون ۳۸۰۸

سرزمین قادیان کا اولین دواخانہ

جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے مبارک ہاتھ سے قائم فرمایا

۱۹۱۱ء سے آپ کی جملہ طبی ضروریات باحسن پوری کر رہا ہے!

پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا طبی علاج کیا جاتا ہے

زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے!

قدیمی ——— اولین ——— شہرۂ آفاق

حب اطہر رجسٹرڈ

مکمل کورس پونے چودہ روپے!

دوائی خاص

زنانہ امراض کا واحد علاج

قیمت فی شیشی ۲ روپے

حب مفید النساء

عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دوا

قیمت خوراک ایکماہ ۲ روپے

زد جام عشق

طاقت کی لاثانی دوا

قیمت ۶۰ گولی ۴ روپے

نرینہ اولاد گولیاں

سو فیصدی مجرب دوا

قیمت فی کورس ۹ روپے

حکیم نظام جان اینڈ سنز

چوک گھنٹہ گھر۔ گوجرانوالہ

(طابع و ناشر:۔ ابو العطاء جالندھری؛ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقام اشاعت:۔ دفتر الفرقان ربوہ)

مولوی صدرالدین صاحب امیر غیر مبائعین کے نام کھلا مکتوب!

آپ نے بغض و کینہ اور اشتعال انگیزی کی حد کر دی ہے!!

ع خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے (مسیح موعودؑ)

(۱)

جناب مولوی صاحب! آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر، موعود فرزند دلبند گرامی اور جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے بارے میں سخت افترا پردازی اور انتہائی شرر باری کرتے ہوئے محض ہمارے دلوں کو مجروح کرنے اور دوسرے لوگوں کو اشتعال دلانے کے لئے اپنے خطبہ جمعہ میں الفاظِ ذیل کہے ہیں:۔

"ایک اور شخص کو میں نے اپنے ملک میں دیکھا ہے جو کعبۃ اللہ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ ابرھہ سے زیادہ خطرناک ہے۔ حجّاج تو خانہ خدا کی اینٹ سے اینٹ بجانا چاہتا تھا جو بعد میں بھی تعمیر ہو سکتا تھا لیکن اس شخص نے ایک اور کید (باریک تدبیر) کی ہے وہ یہ کہ دماغوں میں ایسی بات بٹھا دی جائے جس کی وجہ سے خانۂ خدا کی عزت و احترام لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے۔ جب کعبۃ اللہ کی تعظیم دلوں میں باقی نہ رہے گی تو کوٹھا نہ بھی مسمار کیا جائے تو بھی وہ مسمار شدہ سمجھا جائیگا۔ یہ تدبیر ابرھہ اور حجاج کی تدبیر سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس شخص نے وعظ کیا کہ کعبۃ اللہ کا دودھ خشک ہو گیا اب وہاں جا کر کیا کرو گے۔" (پیغام صلح ۹ر جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۶)

مولوی صاحب! آپ نے افتراء کیا ہے کہ (۱) حضرت امام جماعت احمدیہ "کعبۃ اللہ کو ختم کرنے کا ارادہ" رکھتے ہیں۔ کیا آپ اپنے اس افتراء کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ (۲) یہ بھی آپ کا محض جھوٹ ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے کوئی "باریک تدبیر" کی ہے "جس کی وجہ سے خانہ خدا کی عزت و احترام لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے"۔ کیا یہ اسی قسم کا ناپاک اتہام نہیں جس قسم کا جھوٹا اتہام معاند علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کے اس شعر کی وجہ سے لگاتے تھے کہ ؎ "زمینِ قادیاں اب محترم ہے ÷ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے" (درثمین صفحہ ۵۲)؟

(۳) مولوی صاحب! آپ نے نہایت ہی خطرناک افتراء کیا ہے کہ اس شخص نے وعظ کیا کہ "کعبۃ اللہ کا دودھ خشک ہو گیا۔ اب وہاں جا کر کیا کرو گے"۔ گویا آپ یہ الزام لگا رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکتے ہیں (العیاذ باللہ) میں حیران ہوں کہ آپ نے آخرت کے مواخذہ سے بے نیاز ہو کر منبر پر چڑھ کر کس طرح اتنا بڑا جھوٹ بول دیا ہے؟ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے تو تحریر فرمایا ہے:-

(۱) "حج ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رُکن ہے جس کی طرف اسلام نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے۔ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہو اور جن کی صحت سفر کے بوجھ کو برداشت کر سکتی ہو اُن کا فرض ہے کہ وہ اس حکم پر عمل کریں اور حج بیت اللہ کی برکات سے مستفیض ہوں میں سمجھتا ہوں آجکل کے امراء کے لئے سب سے بڑی نیکی حج ہی ہے" (تفسیر کبیر۔ سورۃ حج صـ۲۲)

(۲) "حج ایک اہم عبادت ہے جو اسلام نے مقرر کی ہے۔ جب کوئی شخص مکہ مکرمہ میں جاتا ہے اور مناسکِ حج کو پوری طرح بجالاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آجاتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے والے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے جاتے ہیں" (تفسیر کبیر۔ سورۃ حج صـ۲۲)

(۳) "کئی لوگ حج کی خواہش تو رکھتے ہیں مگر وقت پر اُسے پورا نہیں کرتے اور اس طرح وہ ایک بہت بڑی نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت عطا فرمائی ہو وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کی کوشش کریں" (تفسیر کبیر۔ سورۃ حج صـ۲۵)

اِن حوالہ جات سے عیاں ہے کہ مولوی صدر الدین صاحب نے اپنی الزام تراشی میں انتہائی ظلم کیا ہے انہیں جلد توبہ کرنی چاہیے۔

(۲)

مولوی صاحب! اخبار پیغام صلح ۴ اگست ۱۹۵۶ء میں آپ کے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے حقیقۃ الرؤیا تقریر کا ادھورا اقتباس پیش کیا گیا ہے حالانکہ اس جگہ بھی آپ کے پیش کردہ الفاظ "کعبۃ اللہ کا دودھ خشک ہو گیا۔ اب وہاں جا کر کیا کرلو گے" قطعاً اور ہرگز موجود نہیں۔ ؏ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے۔ ہاں مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کے دودھ کا جو ذکر اس تقریر میں ہے اس سے صرف یہ مراد ہے کہ اِس وقت وہاں پر رُوحانی اور دینی تعلیم کا انتظام نہیں۔ وہاں پر اب اشاعتِ اسلام کے لئے مبلغین تیار کرنے کا نظام موجود نہیں۔ مولوی صاحب! خوفِ خدا سے کام لیکر آپ پورا حوالہ پڑھیں گے تو آپ کو خود تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہاں پر صرف مکہ و مدینہ میں روحانی دینی تعلیم اور تبلیغی جدوجہد کے لئے مبلغین تیار کرنے کے نظام کے نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ اسی لئے آخر میں فرمایا ہے کہ: "پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ بار بار یہاں آکر تعلیم حاصل کرو" (حقیقۃ الرؤیا طبع اول صـ۴۶) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی یہ تحریک کہ احمدی بار بار قادیان آئیں اور دینی تعلیم اور رُوحانی تربیت حاصل کریں کیونکہ ایسے وقت موقعے بعد میں نہیں ملا کرتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کی تعمیل کی کوشش ہے جو

بایں الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہام ہوا تھا کہ :-

"آسمان سے بہت دودھ اُترا ہے محفوظ رکھو" (تذکرہ ص۶۵۲) اسی لئے یہ بیان "تعلیم دین کا پہلا طریق" کے زیر عنوان درج ہوا ہے۔

مولوی صاحب! کتنے ظلم اور اندھیر کی بات ہے کہ اس سادہ سے بیان کی وجہ سے آپ یہ الزام لگاتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خانہ کعبہ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ دلوں سے بیت اللہ کی عظمت کو اُٹھانا چاہتے ہیں اور آپ لوگوں کو حج سے منع کر رہے ہیں۔ حیرت اور تعجب ہے کہ آپ کے بغض و عناد نے آپ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ کعبۃ اللہ کی برکات اپنی جگہ پر ہیں جن میں کبھی زوال نہ آئے گا۔ چنانچہ اسی حقیقۃ الرؤیا کے ص۲۴۳-۲۴۲ پر حج کی تحریک موجود ہے لیکن مکہ مکرمہ مدینہ معظمہ کا روحانی تعلیمگاہ ہونا اور اشاعت اسلام کے لئے مبلغین و مجاہدین کی تیاری کا مرکز ہونا دوسری بات ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مرکزِ خلافت مکہ و مدینہ کی بجائے کوفہ کو مقرر کر لیا تھا اُس وقت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ دیکھئے ابھی حال میں اسی سال حج کے موقعہ پر مکہ شریف میں "رابطۃ العالم الاسلامی" کا جو اجتماع ہوا اس میں بڑے غور و فکر کے بعد تجویز ہوئی ہے کہ :-

"مکہ یا مدینہ میں تبلیغ و ارشاد کا ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جس کا کام اسلام کے مبلغ تیار کرنا ہو۔"

ایک دوسری قرارداد میں کہا گیا ہے کہ :-

"حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کو اس ارشاد کا مرکز ہدایت اور کُل عالم کے لئے نورِ اسلامی کا منبع و مصدر ہونا چاہیئے۔" (رسالہ فکر و نظر کراچی۔ جولائی ۶۵ء ص۹۳-۹۴)

ظاہر ہے کہ ان تجاویز کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کعبۃ اللہ کی برکات موجود نہیں ہیں بلکہ ان کا مدعا صرف یہ ہے کہ مکہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے مبلغین کی تعلیم کا مرکز موجود نہیں ہے اسے معرضِ وجود میں لایا جائے۔ بعینہٖ اسی مفہوم کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے دوسرے الفاظ میں ادا فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تعلیم اسلام کا جو انتظام قائم ہوا ہے اُس سے استفادہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیا کسی احمدی کی نظر میں یہ قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے؟ حج بیت اللہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے خود بھی کیا ہے اور صدہا احمدی حج کر چکے ہیں۔

مولوی صاحب! آپ آج کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مگر حضور نے فرمایا ہے کہ :-

"بیت اللہ کو خدا تعالیٰ نے حج کے لئے چُنا جس کے سوا اب دُنیا میں قیامت تک اور کوئی حج کی جگہ نہیں۔" (الفضل ۳ ستمبر ۳۵ء)

پھر آپ نے ان احراریوں سے مباہلہ کرنے کے لئے اعلان فرمایا جنہوں نے ایسا ناپاک الزام لگایا تھا حضور کے صرف دو حوالے درج کرتا ہوں۔ فرمایا :-

(۱) " قادیان کو خدا تعالیٰ نے اسلئے قائم کیا ہے کہ تا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کو اس کے ذریعہ دوبارہ قائم کیا جائے ..... خدا تعالیٰ نے اِن تینوں مقامات کو مقدس کیا اور اِن تینوں مقامات کو اپنی عظمت کے اظہار کے لئے چُنا ۔ بیت اللہ کو خدا تعالیٰ نے حج کے لئے چُنا جس کے سوا اب دُنیا میں قیامت تک اور کوئی حج کی جگہ نہیں ۔ مدینہ منورہ کو خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات کے لئے چُنا اور اب خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے روحانی ظہور کے لئے اور اپنے مسیح و مہدی کے مقام نزول کے لئے قادیان کو چُنا ۔ نہ حج اور جگہ پر کیا جا سکتا ہے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دُنیا میں آسکتے ہیں اور نہ کسی اور شہر کو آپ کی جائے سکونت ہونے کا فخر حاصل ہو سکتا ہے اور نہ مسیح و مہدی دوبارہ آسکتے ہیں ۔"

(۲) " خانہ کعبہ ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق جو ہمارے جذبات ہیں وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ سخت ہیں اور اگر اس میں کسی کو شبہ ہو تو میں اس کے لئے بھی وہی تجویز پیش کرتا ہوں جو پہلے امر کے متعلق پیش کر چکا ہوں کہ اِس قسم کا اعتراض کرنے والے آئیں اور ہم سے مباہلہ کر لیں ۔ ہم کہیں گے کہ اے خدا مکہ اور مدینہ کی عظمت ہمارے دلوں میں قادیان سے بھی زیادہ ہے ۔ ہم ان مقامات کو مقدس سمجھتے اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اے خدا اگر ہم دل سے یہ نہ کہتے ہوں بلکہ جھوٹ اور منافقت سے کام لے کر کہتے ہوں اور ہمارا اصل عقیدہ یہ ہو کہ مکہ اور مدینہ کی کوئی عزت نہیں یا قادیان سے کم ہے تو تُو ہم پر اور ہماری بیوی بچوں پر عذاب نازل کر ۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰)

مولوی صدر الدین صاحب ! اب آپ مطلع فرمائیں کہ کیا آپ رجوع الی الحق فرماتے ہیں اور اپنی غلط بیانی کا اعتراف کرتے ہیں یا آپ مباہلہ کے لئے تیار ہیں ۔ وما علینا الا البلاغ المبین ۔

ربوہ
۲۰ راگست ۱۹۶۵ء

خاکسار
ابو العطاء جالندھری

(طابع وناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ سے شائع کیا)

آپ کی خاص توجہ کے لئے

دفتر کے ضروری اعلانات

۱۔ ماہ جولائی کے رسالہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ رسالہ الفرقان اب انہی دوستوں کے نام جاری رہ سکے گا جو بقایا دار نہ ہونگے۔ اس اعلان کے مطابق عمل شروع ہو چکا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ بقایاجات کی ادائیگی میں تعاون فرمائیں۔ یہ رسالہ مذہبی اور علمی رسالہ ہے اور خالص دینی اغراض سے جاری ہے۔ مالی نفع کمانا اس کا ہرگز مقصود نہیں۔ رسالہ کی قیمت بھی واجبی رکھی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر بقایا ہو جائے تو رسالہ کو سخت مالی نقصان پہنچتا ہے۔ احباب سے تعاون کی اپیل ہے۔

۲۔ احباب یہ نوٹ فرمالیں کہ رسالہ کا چندہ پیشگی آنا ضروری ہے۔ چندہ ختم ہونے پر سب خریداروں کو ایک دو مرتبہ اطلاع دی جاتی ہے۔ چندہ پیشگی نہ آنے کی صورت میں رسالہ کی ترسیل ممکن نہ ہوگی۔ اس کی سختی سے پابندی کی جائے گی۔

۳۔ پتہ کی تبدیلی کی اطلاع انگریزی مہینہ کی یکم تاریخ تک ہمیں مل جانی چاہیئے۔ بعض خریدار حضرات تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع نہیں دیتے یا بروقت نہیں دیتے۔ رسالہ ان کو سابقہ پتہ پر روانہ ہو جاتا ہے تو وہ رسالہ نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں اور دوبارہ رسالہ روانہ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس سے دفتر کو دوہرا نقصان ہوتا ہے۔ پتہ کی بروقت اطلاع نہ آنے کی وجہ سے ضائع ہونیوالے رسائل کی ذمہ واری دفتر الفرقان پر نہ ہوگی۔

۴۔ جب بھی دفتر سے وی پی روانہ کیا جاتا ہے تو اس سے قبل دو تین مرتبہ خریداران کو اطلاع دی جاتی ہے لیکن افسوس ہے کہ پھر بھی کئی وی پی واپس آجاتے ہیں جس سے دفتر کو مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور ان خریداران کے نام رسالہ بھی بند کر دیا جاتا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ جب وی پی آپ تک پہنچے تو اسے وصول فرما کر ہم سے تعاون کریں۔ اور اگر وی پی مطلوب نہ ہو تو ہماری اطلاع ملتے ہی ایک کارڈ لکھ دیا کریں۔

۵۔ جماعتی چندوں کے ہمراہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے ذریعہ آنیوالی رقوم دفتر میں قدرے تاخیر سے وصول ہوتی ہیں حتی الوسع کوشش فرمائیں کہ چندہ بذریعہ چیک یا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

۶۔ دفتری امور سے متعلق خط وکتابت میں اپنے خریداری نمبر کا حوالہ تحریر فرمائیں جو رسالہ کے پتہ والے کاغذ پر درج ہوتا ہے۔

الفرقان کا اعانت فنڈ ﴿ دفتر میں بہت سے طالبانِ حق کی درخواستیں آتی رہتی ہیں جو الفرقان مفت طلب کرتے ہیں یا رعایت چاہتے ہیں۔ اس **تبلیغی ضرورت** کو پورا کرنے کے لئے الفرقان کا اعانت فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ بہت سے احباب اس میں حصہ لے رہے ہیں مثلاً چوہدری غلام احمد صاحب آف کراچی نے کئی سال سے ۲۰ رسالے جاری کروائے ہیں۔ مکرم گیانی عباد اللہ صاحب نے ایک سال کیلئے ہر ماہ پانچ روپے اعانت کے طور پر ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے دوست اور ہمدرد اس مد میں حصہ لیتے ہیں۔ آپ سے بھی اس کارِ خیر میں شرکت کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)

رسالہ الفرقان کے متعلق دو عظیم سفارشیں

● حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے فرمایا :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ رجنوری ۱۹۵۸ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے۔ تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۷/۵۹"

(الفضل ۱۸ رجولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے ——— (مینیجر الفرقان ربوہ)

پادری عبدالحق صاحب کی شکستِ فاش

۱۹۶۲ء میں جو تحریری مناظرہ الوہیتِ مسیح کے متعلق پادری عبدالحق صاحب اور مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے درمیان ہوا تھا اس میں دوسرے پرچہ کے بعد پادری صاحب بالکل شکست کھا گئے تھے۔ اصل پرچے کتابی صورت میں شائع کر دیئے گئے تھے۔

۲۲۴ صفحات ——— قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

ناظم مکتبۃ الفرقان۔ ربوہ